جلد 19 شمارہ 7 ماہ جولائی 2017ء شوال 1438ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

محبّت

اللّٰہ

صداقت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

نگران وسرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: احمد رضا خان 0321-6400942

معاون مدیر: خالد محمود بخاری 0300-7374750

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فھد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ ومدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ✿✿✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

درس حدیث : نرم خوئی

(محمد یوسف اصلاحی)

عن عائشه ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال! ان اللّٰہ رفیق یحب الرفق و یعطی علی الرفق وما لا یعطی علی العنف و ما لا یعطی علا ما سواہ۔

"حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نرم خو ہے اور نرم خوئی کو پسند کرتا ہے اور نرم خوئی پر جتنا کچھ دیتا ہے سخت مزاجی پر نہیں دیتا بلکہ نرم خوئی پر اتنا دیتا ہے کہ اس کے علاوہ کسی چیز پر اتنا نہیں دیتا"۔

انسان میں دو خصلتیں پائی جاتی ہیں نرمی اور سختی ، اور دونوں پوری زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ نرمی اور مہربانی ایک پسندیدہ خوبی ہے اور سختی ایک ناپسندیدہ خصلت ہے۔ اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے نرمی کی ترغیب دی ہے، ترغیب کے لئے نہایت حکیمانہ اور مصلحانہ طور پر دو انداز اختیار کئے گئے ہیں۔ یہ کہہ کر نرمی اللہ کی صفت اور شان ہے اور اللہ نرمی کو پسند کرتا ہے آدمی کے جذباتِ خیر کو نہایت نفسیاتی انداز میں اُبھارا گیا ہے اور یہ کہہ کر کہ نرمی پر وہ کچھ ملتا ہے جو سختی پر نہیں ملتا بلکہ نرمی کے علاوہ اتنا کچھ اور کسی بھی چیز پر نہیں ملتا، آدمی کو پوری قوت کے ساتھ اس جوہری صفت کو اپنانے کا حریص اور خواہش مند بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

نرمی اللہ کی صفت اور شان ہے :حدیث میں اللہ کی اس صفت کوظاہر کرنے کے لئے رفق کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور قرآن پاک میں اللہ کی اس صفت کو ظاہر کرنے کیلئے لطیف کا لفظ استعمال کیا گیا ہے: **اللہ لطیف بعبادہ**

''اللہ اپنے بندوں پر لطف اور مہربانی فرماتا ہے''۔

بندوں کی ہدایت اور راہنمائی میں بھی نرمی فرماتا ہے ان کی سرکشی، بغاوت اور نا فرمانیوں پر بھی نرمی فرماتا ہے۔ان کے گناہوں اور خطاؤں کو معاف فرماتا ہے بار بار سدھرنے اور سنورنے کا موقع دیتا ہے، گناہ پر یکا یک پکڑ نہیں کرتا بلکہ سنبھلنے اور اصلاحِ حال کرنے کی مہلت بھی دیتا ہے اور اسباب بھی فراہم کرتا ہے۔بندوں کی ضرورتوں اور مصلحتوں کا اس طرح خیال رکھتا ہے اور رو ہاں وہاں سے ان کی ضرورتیں پوری کرتا ہے کہ بندوں کو اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

پھر بندوں پر نرمی اور لطف کرنے والا ربّ یہ بھی چاہتا ہے کہ بندے بھی ایک دوسرے کے ساتھ اسی طرح نرمی اور سہولت کا معاملہ کریں <u>وہ رفیق اور نرم خو بھی ہے اور نرمی اور سہولت کو پسند کرنے والا بھی۔</u>

نرمی اور رفق تمام اخلاقی خوبیوں کی روح اور عطر ہے ۔اللہ تعالیٰ نے جس بندے کو اس دلنواز خوبی سے نوازا ہے گویا اسے ہر خوبی سے نواز دیا ہے اور جسے اس خوبی سے محروم رکھا ہے وہ گویا ہر خوبی سے محروم ہے، حضرت عائشہؓ کی ایک روایت ہے فرماتی ہیں: اللہ کے رسول ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"جس آدمی کو اللہ کی طرف سے نرمی کا حصہ ملا اس کو دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کا حصہ مل گیا اور جو نرمی سے محروم رہ گیا وہ دنیا اور آخرت دونوں میں خیر و بھلائی کے حصے سے محروم رہا"۔

اخلاقی زندگی کو دلکشی، کمال و جمال، رعنائی اور حیرت انگیز جاذبیت بخشنے والی چیز نرمی اور ملائمت ہی ہے بلکہ اللہ کے رسول ﷺ نے تو حضرت عائشہؓ سے یہاں تک فرمایا کہ:

"نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اس کو زینت بخشتی ہے اور جس چیز سے بھی نرمی الگ کر لی جائے اس کو بدنما بنا دیتی ہے"۔

آپ کسی ایسی خاتون کا تصور کریں جس کی آواز میں مٹھاس ہو، لہجے میں سوز و گداز ہو، لفظ لفظ سے خیر خواہی ٹپکتی ہو، چیخنے چلانے، ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ کرنے سے بالکل ہی دور ہو، جو معاملہ کرنے میں نہایت نرم دل ہو، سختی اور سخت مزاجی جانتی نہ ہو، ہمیشہ دوسروں کے لئے آسانی اور سہولت پیش نظر رکھتی ہو، بچوں پر سختی کرنے اور بچوں کی غلطیوں پر سخت گرفت کرنے سے پرہیز کرتی ہو، کسی سے اگر کوئی مطالبہ بھی کرتی ہو تو نہایت نرمی اور ملائمت کے ساتھ۔ کسی کو کوئی بات سمجھاتی ہو تو نہایت نرم لہجے میں، بد زبانی، سخت کلامی، تیزی، ترش روی اور جھنجھلاہٹ سے اس کی زندگی پاک ہو، تصور کیجئے ایسی خاتون کی شخصیت میں کس قدر غیر معمولی کشش ہوگی۔ کس طرح ہر ایک اس سے قریب ہونے کی کوشش کرے گا۔ خاندان میں وہ ہر ایک کی محبتوں اور رچاہتوں کا مرکز ہوگی اور اس کا گھر کیسا خیر و برکت اور بھلائیوں کا گہوارہ ہوگا۔ اس کے برخلاف اس خاتون کا تصور کیجئے جو بد زبان ہو، بات بات پر بگڑنے اور سخت کہنے والی ہو، جس کا لہجہ درشت، روکھا اور کاٹ کھانے والا ہو، جس کی زبان سے نکلنے والے الفاظ جھنجھلاہٹ، غصہ، حسد اور جلن کے زہر میں بجھے ہوئے تیر ہوں، جو اپنے چھوٹوں کے معاملے میں نہایت سخت مزاج ہو اور سخت گیر ہو، بات بات پر بچوں کو ڈانٹتی ہو، پڑوسیوں سے نہایت ترش مزاجی، بدسلوکی اور سختی سے پیش آتی ہو، رشتہ داروں کے لئے اس کے دل میں کوئی نرمی، کوئی دل سوزی نہ ہو، جو ہر ایک سے گویا لڑنے کے لئے تیار رہتی ہو۔

کون ہوگا جواس کے قریب پھٹکنے کی خواہش کرے گا۔ ہر ایک اس سے کترانے کی کوشش کرے گا، ہر ایک کواس سے نفرت اور بیزاری ہوگی اوراس کا گھر، گھر کیا ہوگا ایک وحشت کدہ ہوگا جس پر ویرانی اور حیرانی برستی ہوگی اور کوئی بھی اس کے دکھ درد میں شریک ہونے کے لئے دل سے آمادہ نہ ہوگا۔حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ جس گھر کے لوگوں کو بھی نرمی کی صفت سے نوازتا ہے وہ اس صفت کی بدولت انہیں بھلائیاں پہنچاتا ہے اور جس گھر کے لوگوں کو نرمی کی اس صفت سے محروم کرتا ہے،ان کو ضرر اور خرابیاں پہنچاتا ہے"۔

گویا گھر کے سکون وآسائش اور خیر وبرکت کا دارومدار نرمی اور نرم خوئی پر ہے اور گھر کی خرابی اور اُجاڑپن یہ ہے کہ گھر والے اس جوہری خوبی سے محروم ہوں، جب اللہ کسی گھر کے لئے بھلائی مقدر فرماتا ہے تو گھر والوں کو نرم خوئی جیسی عظیم اخلاقی خوبی سے نواز دیتا ہے اور جب کسی گھر کے لئے تباہی اور خرابی مقدر فرماتا ہے تو گھر والوں کی نرمی اور نرم خوئی جیسے جوہر اخلاق سے محروم کر دیتا ہے۔

رہتی زندگی تک کے لئے اللہ نے جس ہستی کو نمونہ بنایا ہے وہ لوگوں کی محبت وقربت کا مرکز اسی لئے تھے کہ اللہ نے اپنی خصوصی رحمت سے انہیں اسی خوئے دل نوازی، نرمی کا پیکر بنایا تھا اگر وہ سخت مزاج اور سنگ دل ہوتے تو گرد وپیش سے جاں نثار پروانے چھٹ جاتے۔

ترجمہ :"یہ اللہ کی زبردست رحمت کی وجہ ہے کہ آپ ان کے لئے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہیں ورنہ کہیں آپ تند خواور سنگ دل ہوتے تو یہ سب آپ کے گرد وپیش سے چھٹ جاتے"۔

دوسری بات جس کی طرف نبی ﷺ نے اس حدیث میں توجہ دلا کر نرمی اور سہولت کی ترغیب دی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ بندے کو نرمی اور ملائمت کے صلے میں وہ کچھ دیتا ہے جو دوسری کسی چیز پر نہیں دیتا۔ آدمی اس غلط فہمی میں رہتا ہے کہ میں سختی ،درشتی اور سخت گیری سے زیادہ کام

نکال سکتا ہوں ،نرمی سے لوگ غلط فائدہ اٹھاتے ہیں، سخت روّیہ اختیار کر کے ہی آدمی کا کام نکل سکتا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے اس غلط طرز فکر کی جڑ ہی کاٹ دی اور فرمایا جو کچھ بندے کو ملتا ہے خواہ وہ جس شکل میں بھی ملے،اللہ کے فیصلے اور حکم ہی کے تحت ملتا ہے، جو مقصد بھی پورا ہوتا ہے اسے اللہ ہی پورا کرتا ہے، آدمی کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ کوشش کرے اور اللہ کے رسول ﷺ نے یہ فیصلہ کن بات بتائی کہ نرمی اور نرم خوئی سے جتنا کچھ ملتا ہے وہ سختی اور سخت گیری کرنے سے نہیں ملتا، بلکہ نرمی سے جو کچھ اللہ عنایت فرماتا ہے اتنا اور کسی طریقے سے بھی نہیں مل سکتا۔جب حقیقت یہ ہے اور رسول خود اس حقیقت کے گواہ ہیں تو پھر اپنے کام سے تعلق اور اپنے مقصد کو عزیز رکھنے کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آدمی نرمی اور ملائمت کا روّیہ اختیار کرے اور اپنی ذات سے محبت اور خیر خواہی کا تقاضا بھی یہ ہے کہ نرمی اور نرم دلی کے جوہر سے اپنی شخصیت کو آراستہ کرے اور خواہ مخواہ تند خوئی اور سخت گیری سے اپنی شخصیت کو بدنما اور بیزار کرنے والا نہ بنائے۔

گھر کے خادم اور ملازمین کے ساتھ نرمی، بچوں کے ساتھ نرمی، رشتہ داروں اور عزیزوں کے ساتھ نرمی، پڑوسیوں اور شناسا لوگوں کے ساتھ نرمی برتنے سے لوگوں کے دلوں میں محبت، وقعت، احترام اور وفاداری کے جذبات اُبھرتے ہیں، بیگانے اپنے بنتے ہیں اور اپنوں میں قربت وخلوص بڑھتا ہے، جذباتی تعاون ملتا ہے، نیک تمنائیں اور دعائیں ملتی ہیں اور آدمی کے دل و دماغ کو سکون اطمینان اور روحانی سرور ملتا ہے۔آدمی سماج کے لئے باعث رحمت ہوتا ہے اور سماج انسان کے لئے رحمت بن جاتا ہے اس کے برخلاف، سخت مزاجی، ترش روّی، ہر وقت کی جھنجھلاہٹ بد زبانی اور سخت کلامی سے آدمی کے گھر والے اور گردوپیش کے احباب و شناسا بیزار ہونے لگتے ہیں۔آدمی کی شخصیت اور زندگی میں کوئی کشش نہیں رہتی۔ہر ایک اس سے کترانے لگتا ہے، گھر والے اس سے اکتانے لگتے ہیں اور وہ گھر والوں سے اور اس طرح سب کچھ ہونے کے باوجود آدمی کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص نرمی کے جوہر سے محروم کیا گیا وہ درحقیقت سارے خیر اور بھلائی سے محروم کیا گیا"۔

یہ تو نرمی اور نرم مزاجی کے وہ صلے اور ثمرات ہیں جو اس دنیا میں آدمی کو میسر آتے ہیں آخرت میں بھی نرمی اور نرم خوئی کی بدولت ہی آدمی کامیاب و کامران ہوتا ہے۔

حضرت حارثہ بن وہبؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بدزبان اور بدمزاج آدمی جنت میں نہیں جائے گا"۔(ابوداؤد)

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

" کیا میں تمہیں اس شخص کی خبر نہ دوں جو جہنم کی آگ پر حرام ہے اور جہنم کی آگ اس پر حرام ہے، ایسا شخص وہ ہے جو نرم مزاج ہے، نرم دل ہے، لوگوں سے قریب اور نرم خو ہے"۔

اس حدیث میں نرمی اور نرم خوئی کے مختلف پہلوؤں کو واضح کرنے کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے چار الفاظ استعمال فرمائے ہیں اور بڑے دل کش انداز میں اس دل نواز شخصیت کی تصویر کشی کی ہے جس کی تعمیر اسلام کو مطلوب ہے۔ اسلام کا مطلوب انسان وہ ہے جو اپنے مزاج، روّیے، سلوک اور معاملات میں نرم ہو، خواہ مخواہ اپنا رُعب نہ جماتا ہو، لوگوں سے خود کو برتر سمجھ کر الگ تھلگ نہ رہتا ہو، دوسروں کو اپنے سے کمتر نہ سمجھتا ہو، شیریں گفتار ہو، بے تکلف ہو ہر ایک کے لئے اس کے جذبات کا احترام کرتا ہو، ہر ایک کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آتا ہو، ہر ایک بے تکلف اس سے اپنے دل کی بات کہہ سکتا ہو اور وہ ہر ایک کے دکھ درد میں شریک رہتا ہو، وہ ہر ایک کی محبت کا مرکز ہو، بدزبانی، ترش روئی، سخت مزاجی، اکھڑ پن، خود پسندی، سخت گوئی، سخت گیر، غصہ جیسی اخلاقی برائیوں سے اس کی زندگی یکسر پاک ہو، دنیا میں بھی اس شخص کی زندگی قابلِ رشک ہوگی اور آخرت میں بھی اس کی دل کش شخصیت قابلِ رشک اور حسین انجام قابلِ فخر ہوگا۔

ذکر پاس انفاس، قیامِ تعظیمی اور دُعا بالواسطہ

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

میں اپنی طرف سے تو فیض پہنچانے اور اخلاق کو سدھارنے کی کوشش میں کوئی کمی نہیں کرتا۔ پھر خدا جانے ان لوگوں میں خدا سے وہ تعلق اور وہ روحانی سپرٹ کیوں نہیں پیدا ہوتی جو ہونی چاہیے یا تو یہ لوگ تعلیم پر عمل نہیں کر پاتے یا پھر نئے آنے والوں تک میری تعلیم میری اسپرٹ کے مطابق پہنچتی ہی نہیں۔ برادران حلقہ یہ آپ کا فرض ہے کہ جو لوگ پرانے ہیں نئے آنے والے بھائیوں کو تعلیم سے پوری طرح آگاہ کریں اور اپنی مثال سے ہر ایک میں وہ سپرٹ پیدا کریں جو ایک توحیدی میں ہونی چاہیے۔

اگر دل و دماغ کو دنیوی تفکرات سے پاک اور بے نیاز کر کے پورے دھیان سے نفی اثبات اور خاص کر پاس انفاس کی مشق مداومت کے ساتھ کی جائے تو ناممکن ہے کہ تین چار ماہ میں مطلوبہ نتائج پیدا نہ ہوں۔ میں پاس انفاس کے ذکر کے متعلق ایک اور نکتہ بیان کرتا ہوں۔ اگر اس نکتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ذکر کیا جائے تو اور بھی زیادہ فائدہ ہوگا اور برسوں کا کام چند ماہ میں ہو جائے گا۔ یہ نکتہ آج تاریخِ تصوف میں پہلی مرتبہ بتایا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے کبھی کسی بزرگ نے نہیں بتایا۔ مجھ سے سوال کیا گیا کہ پاس انفاس کے متعلق قرآن پاک میں جو آیت ہے ''وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ سے وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ'' اس کے پہلے الفاظ واذکر ربک فی نفسک کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ لفظی معنی تو ہیں"

اپنے ربّ کو یاد کرو اپنے نفس میں" لیکن نفس میں تو کوئی شے یاد نہیں کی جاتی ۔ باتیں تو دل میں یاد کی جاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے بجائے **فی قلبک** کہنے کے **فی نفسک** کیوں کہا ہے اس میں کیا حکمت ہے ۔ میں نے جواب دیا نفس خواہشات کا گھر ہے ۔ ہر خواہش بری ہو یا اچھی نفس سے پیدا ہوتی ہے ۔ مثلاً تمہارے سامنے دو چار گز کے فاصلے پر ایک خوبصورت پھول کھلا ہوا ہے تمہارے دل میں اس کو توڑ کر پاس رکھنے کی خواہش پیدا ہوئی ، تم وہاں تک چل کر گئے اور پھول توڑ کر لے آئے ۔ تم نے کبھی سوچا کہ تمہارے دل میں خواہش پیدا ہونے سے پھول توڑ کر واپس آنے تک کیا عمل ہوا ۔ حرکت پیدا ہوئی ۔ تم گئے ، پھول توڑا ، واپس آئے ۔ تمہاری خواہش کی تکمیل ہوگئی ۔ اسی طرح ہر خواہش کو پورا کرنے کیلئے حرکت کا ہونا ضروری ہے اور حرکت ہی زندگی کا ثبوت بلکہ عین زندگی ہے ۔ اس لئے اگر نفس نہ ہوتا تو خواہش نہ ہوتی ۔ خواہش نہ ہوتی تو حرکت نہ ہوتی ۔ حرکت نہ ہوتی تو دنیا میں کوئی چہل پہل ، رونق اور زندگی کے آثار نہ ہوتے ۔ اس لئے غور کیا جائے تو نفس اور خواہش مترادف الفاظ ہیں ۔ یہ کلام ربانی کی انتہائی بلاغت ہے کہ یہ سارا قصہ بیان کرنے کے لئے قلب کے بجائے صرف نفس کا لفظ لکھ دیا ۔ اس طرح مطلب یہ نکلا کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرو تو تمہارے دل میں اس کے دیدار کی خواہش بھی ہونی ضروری ہے ۔ یعنی جب تم اللہ کہو تو ساتھ ہی دل میں یہ بھی خواہش ہو کہ "اپنی لقاء سے مشرف فرما مجھے نظر آ جا اپنا جمال جہاں آراء دکھا دے" ۔ تو اے میرے بھائیو اور بیٹو ! تم اس خواہش اور تڑپ کے ساتھ پاس انفاس کرو ۔ تو صرف پانچ منٹ کا ذکر چوبیس گھنٹے کے ذکر سے کہیں افضل ہوگا ۔ اور جو کام برسوں میں ہوتا ہے انشاء اللہ چند ماہ میں ہو جائے گا ۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دن یا رات میں دس یا پندرہ منٹ ایسے مقرر کر لو جب کوئی تمہارے ذکر میں خلل انداز نہ ہو ۔ اب دس منٹ برابر اسی طرح یہ ذکر کرو ۔ ختم ہونے پر نبی کریم ﷺ کی روح پاک پر درود بھیجو ۔

پھر غور کرو کہ ذکر سے پہلے تمہاری کیا کیفیت تھی اور اب کیا ہے مجھ ناچیز کے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ انجام بخیر کرے۔

اس ضمن میں دو باتیں اس وقت اور یاد آ گئیں چونکہ وہ بھی ہمارے توحیدی مسلک سے خاص تعلق رکھتی ہیں ۔اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لکھ دوں ، پھر خدا جانے موقع ملے نہ ملے ۔ پہلی بات قیام تعظیمی کی بابت ہے اور دوسری دُعا بالواسطہ کی ۔ یہ دو سوال مجھ سے اکثر پوچھے جاتے ہیں۔قیام تعظیمی کی بابت مجھ سے کہا جاتا ہے کہ جب یہ حضور نبی کریم ﷺ کی متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ جائز ہے تو آپ اپنے مریدوں اور دوسرے ملاقاتیوں کو کیوں منع کرتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ قیام تعظیمی کو میں ناجائز ہرگز نہیں سمجھتا مگر اپنے لئے اس کو اس زمانہ مردہ پرستی کی حالت کو دیکھتے ہوئے پسند نہیں کرتا ۔حضور ﷺ کی ایک حدیث یہ بھی ہے کہ "ایک مرتبہ طویل عرصہ کی علالت کے بعد جب حضور ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے تو صحابہ کرامؓ سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب میں آیا کروں تو تعظیم کیلئے کھڑے نہ ہوا کرو یہ قیصر و کسریٰ کے درباروں کا دستور ہے"۔

اس حدیث کی روشنی میں اگر کوئی شخص اس کو پسند نہ کرے تو کوئی حرج نہیں اور میرے نہ پسند کرنے کی تو خاص اور بڑی اہم وجہ بھی ہے۔ہوتا یہ ہے کہ پیر صاحب یا مولانا صاحب گھر میں تشریف فرما ہیں اور باہر آدمی جمع ہو جاتے ہیں ۔ جب کافی آدمی جمع ہو جاتے ہیں تو حضرت صاحب باہر تشریف لاتے ہیں اور سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔میری دلیل یہ ہے کہ نفسیاتی طور پر ناممکن ہے کہ حضرت صاحب کے دل و دماغ میں دوسروں پر اپنی فضیلت کا یقین پیدا نہ ہو اور جب یہی حرکت مدت تک بار بار دہرائی جائے تو یہ یقین فضیلت غرور و تکبر میں تبدیل نہ ہو جائے اور یہ بات ایک سالک کے لئے راہ خدا میں سب سے بڑی رکاوٹ

بن جاتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان آنے والوں کے ساتھ بچے بھی ہوتے ہیں اور بچوں میں سمجھ بالکل نہیں ہوتی۔ وہ تو جیسا دوسروں کو کرتے دیکھتے ہیں بغیر وجہ اور سبب دریافت کئے کرتے رہتے ہیں۔ (یہی وجہ ہے کہ ان کی نمازیں بھی رسمی ہوتی ہیں) جوں جوں بڑے ہوتے ہیں یہ عادت بھی راسخ ہوتی جاتی ہے اور آخر کار وہ ان پیروں اور مولویوں کو عام آدمیوں سے افضل سمجھنے لگتے ہیں اور مصیبت اور ضرورت کے وقت خدا سے مانگنے اور خدا کے آگے جھکنے کی بجائے انہی حضرات کے پاس اپنی حاجت روائی کے لئے جاتے ہیں۔ یہی چیز شخصیت پرستی ہے جو بالآخر انسان کو اللہ سے بالکل بے نیاز کر کے بندوں کا بندہ بنا دیتی ہے اور جب یہ حضرات مر جاتے ہیں تو ان کے معتقدین ان کی قبروں سے اپنی مرادیں اور منتیں مانگتے ہیں۔ یہ بہت بڑا شرک ہے۔ اسی سے ہندوؤں میں بت پرستی اور مسلمانوں میں قبر پرستی پیدا ہوئی ہے۔ ہندوؤں میں رام چندر مہادیو، کرشن چند ر و غیرہ کے بت پجتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ مسلمانوں میں جو ارباب من دو ن اللہ ہیں انکو آپ جانتے ہی ہیں۔ کس کس کا نام لوں؟

دوسری بات دعا بالواسطہ ہے۔ یعنی اسطرح دعا مانگنا" اے اللہ! تجھے اپنے پیارے نبی حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت کا واسطہ میری یہ دعا قبول فرما"۔ جتنے سلسلوں کے شجرے ہیں سب میں اس سلسلے کے بزرگوں کے واسطے سے دعا مانگی گئی ہے۔ خود ہمارے شجرہ میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے تو لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا اس طرح کسی بزرگ کا واسطہ دے کر دعا مانگنا جائز ہے۔ تو میرا جواب یہ ہے کہ بالکل اور قطعی جائز ہے۔ مگر قرآن پاک یا احادیث میں یہ حکم تو کہیں نہیں ہے کہ بلاواسطے کے خود خدا سے براہ راست دُعا مت مانگو اور جب تم کو یہ معلوم ہے کہ اللہ کا اپنی مخلوق کے ہر جاندار سے ایک ایسا ڈائریکٹ تعلق ہے جو کسی دوسرے فرد سے نہیں تو پھر تم کو ڈائریکٹ خدا سے دعا مانگنے میں کون سی چیز مانع ہے۔ دُعا کا وقت ایسا وقت ہے

''جب تم ہوتے ہو اور خدا۔کوئی دوسرا نہیں ہوتا''۔اس وقت تم خدا کو اپنے سامنے حاضر و ناظر جان کر تضرع اور زاری سے اپنی مرادیں اس سے بیان کرتے ہو۔اس وقت اگر تم کو یقین کامل ہے کہ خدا موجود ہے اور تمہاری سن رہا ہے تو تم کو اس قدر لطف اور کیف آئے گا جو کسی اور طرح ہرگز نہیں آسکتا اور تمہارا دل چاہے گا کہ ساری عمر اسی طرح دعا میں گزر جائے۔لیکن اگر تم کسی دوسری ہستی کا واسطہ دے کر اس کو بھی دعا میں شریک کرلو تو اس ہستی کا خیال بھی بوقت دعا تم کو آئے گا۔اور یقیناً آئے گا۔یعنی اب تمہارے اور خدا کے بیچ میں ایک ہستی بھی حائل ہوجائے گی اور اب وہ لطف ہرگز ہرگز نہ آئے گا۔پہلے تم اس شعر کے مصداق تھے۔

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

لیکن اب وہ دوسرا شریک ہوگیا۔لہٰذا پہلا مصرعہ بالکل باطل ہوگیا اور شجروں میں تو تم بیسیوں بزرگوں کا واسطہ دیتے ہو یعنی اب تمہارے اور خدا کے درمیان بیسیوں ہستیاں حائل ہوجاتی ہیں۔ذرا کسی دن غور کر کے دیکھو کہ شجرہ کا کوئی شعر پڑھتے وقت تمہارے دل میں اس بزرگ کا خیال ہے جس کا واسطہ دے رہے ہو یا خدا کا۔خدا تو اس وقت اربوں میل دور ہوتا ہے۔ اب تمہاری مرضی ہے بالواسطہ دعا مانگو یا بلاواسطہ۔

(**اقتباس از چراغ راہ خطبہ** :11)

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

مرتب: سید رحمت اللہ شاہ

باباجانؒ نے بات شروع کی: اللہ تعالیٰ نے ذکر کے بارے میں فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْراً كَثِيراً (سورۃ الاحزاب آیت: ۴۱)

''اے اہل ایمان! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو''۔

سارے دن کی Average نکالی جائے تو اللہ کا ذکر سب سے زیادہ ہو۔ کثرت، اللہ کے ذکر کی ہو، نہ کہ دوسری باتوں کی۔یہ کہا۔کریں گے تو ہوگا۔یہ سلیبس جو ہے اس کے مطابق ہی طے کیا گیا ہے کہ نمازیں پڑھو۔پانچ وقت کو بھولو نہیں۔درود شریف پڑھو۔

حاضرین میں سے کسی نے پوچھا: باباجی! سلطان باہوؒ کا قول ہے کہ ''علم روشنی ہے اور مرشد ہمراہی''۔ اس کا کیا مطلب ہے ؟

باباجانؒ نے فرمایا: بے شک علم نور ہے، روشنی ہے۔ساری پیری فقیری کا، اور سب کا مقصد تو ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب ہو۔اللہ تعالیٰ نے ہدایات کیلئے جو قرآن رسول اللہ ﷺ پر اتارا ہے، اس کو پہنچانے کے لئے آپ ﷺ کو نامزد کیا۔انہوں نے جو کچھ فرمایا، اور عمل کر کے دکھایا، وہ ہمارے سامنے نور ہے۔اس کی روشنی میں چلنا ہے۔مقصد جو ہے گائیڈ کا، راستہ دکھانے والے کا، وہ ساتھ ساتھ آپ کو بتا دیتا ہے کہ کرنا اس طرح سے ہے۔آج ہی دیکھ لیں کہ

کتنے فرقے ہیں، کتنی ساری کتابیں ہیں، کتنے سارے راستے نکل چکے ہیں۔ آدمی کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہے کہ کیسے ہے؟ کون سا راستہ؟

باباجیؒ نے بھی لکھا ہے کہ اس لحاظ سے بھی یہ (مرشد کا ہونا) اہم ہے کہ آج کس کے پاس ٹائم ہے کہ خود قرآن پڑھے، اس میں سے صحیح تعلیم Extract کر کے معلوم کرلے کہ اللہ کیا چاہتا ہے، یا ساری حدیثیں پڑھے کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کار کیا تھا۔ باباجیؒ نے فرمایا کہ اس طرح ہی کوئی نہ کوئی اچھا بندہ مل جاتا ہے جس نے قرآن پڑھا ہوا ہے، وہ آپ کو صحیح راستہ بتا دیتا ہے کہ یہ راہ ہے۔ ایک یہ بھی اچھا ہے کہ پیر جو ہے، بزرگ جو ہے، پیر کا مطلب ہے بابا یا بوڑھا، وہ مل جاتا ہے۔ اس نے کیا ہوا ہے۔ اس نے علم لیا ہوا ہے، وہ ہمیں لا کے دکھا دے کہ یہ ہے اللہ کا راستہ، اس پر آجاؤ۔ اس لئے پیر جو ہے وہ گائیڈ ہے، جیسے گائیڈ چلتا ہے اور راستہ بتاتا ہے۔ باباجیؒ بھی فرماتے تھے کہ کوئی بھی باپ جو ہے وہ بچے کو ساری عمر انگلی پکڑ کے نہیں چلاتا۔ راستہ بتاتا ہے کہ یہ راستہ ہے، چلو۔ یہ ٹائم ہوتا ہے کہ اللہ کا ذکر بتاتا ہے۔ قاعدہ قانون بھی بتاتا ہے کہ یوں کرو۔ ڈٹ کے کرو۔ یہ بیعت ہے۔ باباجیؒ نے جو قائم کر دیا ہے اس فقیری کا خلاصہ یہی ہے۔

پہلی بات، پہلی شق وہ یہی ہے کہ اللہ کے سوا نہ کسی سے ڈرو اور نہ توقع رکھو۔ کسی پیر، فقیر، ولی، نبی سب، سارے اس میں لکھ دیے کہ کسی کو بھی کسی بھی حیثیت سے اللہ کا شریک نہیں جاننا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دین میں توحید ہے۔ کسی بھی شخص کو کسی بھی حیثیت سے شریک نہیں جاننا۔ یہ نہیں ہے کہ وہ صفات جو ہیں ان میں۔ جو صفات اللہ تعالیٰ میں ہیں، اس نے وہ انسان کے اندر بھی ڈالی ہوئی ہیں۔ باباجیؒ نے بھی لکھا ہے کہ انسان سے محبت کرو، جو اللہ تعالیٰ کی ان گنت صفات کا مظہر ہے۔ باباجیؒ نے لکھا ہے۔ انسان اَن گنت صفات کا مظہر ہے۔ اس میں اللہ کی صفات کا اظہار رہوتا ہے۔ وہ صفات بندے کے اندر بھی ہیں۔ یہ شرک نہیں ہوتا کہ بندے کے

اندر اللہ کی صفت مانی جائے کہ اس میں یہ اللہ کی صفت ہے۔ شرک یہ ہوتا ہے کہ جیسے صفت اللہ میں ہے ویسے ہی بندے میں مانی جائے۔ یہ شرک ہے۔ اللہ رحیم ہے، بندے بھی رحیم ہیں۔ اللہ نے اپنے نبی پاک ﷺ کے بارے میں بھی فرمایا:

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ (سورۃ التوبہ۹: آیت:۱۲۸)

''میرے نبی ﷺ مؤمنوں کے ساتھ رؤف بھی ہیں، رحیم بھی ہیں''

یہ دونوں صفات اللہ تعالیٰ میں ہیں، اللہ ہی رؤف ہے۔ اللہ ہی رحیم ہے۔ لیکن اللہ فرماتا ہے کہ میرا پیغمبر ﷺ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ وہ مومنوں سے بہت پیار کرتا ہے۔ یہ صفتوں کا، یہ جو نام بتائے گئے ہیں یہ ساری صفات ایسی ہیں جن سے انسان آگاہ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ رحم کیا ہے! غفور کیا ہے! ہم جانتے ہیں کہ کرم کیا ہے۔ اللہ غفور ہے۔ درگزر کرنے والا ہے۔ ہم جانتے ہیں سب صفات۔ ان کی جھلک سے تو ہر انسان آگاہ ہے۔ ورنہ اللہ کی صفات تو وہ ہیں جو اللہ کہتا ہے کہ سارے سمندر سیاہی بن جائیں اور ساری دنیا کے درخت قلمیں بن جائیں، اور اللہ کی صفات لکھیں تو وہ سیاہی ختم ہو جائے پھر دوبارہ ایسی ہی سیاہی آجائے، پھر بھی وہ ختم نہ ہوں۔

قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (سورۃ الکہف۱۸: آیت:۱۰۹)

اللہ کے کلمات، اللہ کی صفات پھر بھی ختم نہ ہوں۔ یہ تو وہ (صفات) بتا دی ہیں جن سے ہم آگاہ ہیں۔ کوئی صفت اندر ہونا علیحدہ بات ہے۔ کسی شخص میں، کسی ہستی میں کوئی صفت ایسی مانی جائے جیسے اللہ کی ہے تو یہ شرک ہے۔ ورنہ بندہ جو ہے یہ دیکھتا بھی ہے، دیتا بھی ہے، مدد بھی کرتا ہے کسی کی۔ ویسی ہی مدد مانگنا، ویسی ہی طاقت ماننا، جیسی اللہ کی ہے تو یہ شرک ہے۔

یہ نام بھی ایسے ہی ہیں۔حضرت علیؓ کا نام ہے تو اللہ کا نام بھی ایسے ہی ہے۔علی۔ عَلِیُّ الْعَظِیْم۔ اب کوئی بندہ تو اسے نہیں کہہ سکتا کہ یہ شرک ہے۔یہ ٹھیک ہے۔کچھ نام بدلے جو شریعت کے مطابق نہیں تھے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کا نام عبدالکعبہ تھا۔کعبے کا بندہ۔اس کو آپ ﷺ نے بدل دیا کہ یہ دین کے خلاف ہے اور عبداللہ رکھ دیا۔عبدالکعبہ کی جگہ ان کا نام بدل کر عبداللہ رکھ دیا۔ حضرت علیؓ کا نام تو نہیں بدلا۔وہ علیؓ ہی رہا،وہ تو اونچا ہے۔یہ تو نہیں ہے کہ یہ اعلیٰ علی ہے۔'ا'،'ل' جب اللہ کے صفات کے ساتھ لگتا ہے تو وہ نام خاص ہو جاتا ہے۔الرحیم جو ہے وہ خاص رحیم صرف اللہ کیلئے ہے۔وہ (اللہ) ہے الرحیم۔الرحمان۔آپ کا تو رحمان ہے۔بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوف۔رؤف کہا ہے۔وہ صفات جو ہیں ساری جو انسان محسوس کرتا ہے،وہ بتادی ہیں۔ورنہ اللہ کی صفات کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔گن نہیں سکتے۔اس کو کسی کے برابر نہیں لانا۔

اللہ کی محبت کو تمام مخلوقات کی محبت پر ترجیح دوں گا۔اب یہ اس کی Priority ہے کہ اللہ کے حکم کو سب سے اوپر۔اس کے بعد حاکموں کے اور سب کے بعد میں مانوں گا۔سب سے پہلے اللہ کا حکم مانوں گا۔اس کے لئے کسی حاکم،کسی رشتہ دار،یا کسی کی خاطر اللہ کے حکم کو ترک نہیں کر سکتا۔یہ ہے وہ کوئی ایسا حکم دے کہ اللہ کے حکم کی اس میں نافرمانی ہو۔کسی کا حکم نہیں مانا جاتا جس میں اللہ کی نافرمانی ہو۔کوئی بھی ہو۔نہ بیوی خاوند کا مانے گی۔نہ کوئی مسلمان کسی بادشاہ کو مانے گا،اور نہ اللہ کے حکم کی نافرمانی ہوگی۔ایسا کوئی حکم نہیں مانا جائے گا۔وہ حکم جو انتظامی امور میں ہیں وہاں مانا جائے۔بیوی کو حکم ہے کہ وہ نفلی روزے بھی نہ رکھے جب تک خاوند اجازت نہ دے۔وہ (خاوند) کہے کہ فرض روزے چھوڑ دو تو مت چھوڑو۔ترجیح اللہ کے حکم کو دینی ہے۔ اس (اللہ) کے حکم کو کسی اور کی اطاعت میں چھوڑا جائے تو خلاصی نہیں ہو سکتی۔ایسا نہیں ہے کہ اللہ کا حکم کسی اور کے حکم میں چھوڑا جائے۔اس لئے سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے۔اس کے بعد

رسول اللہ ﷺ سے۔ پھر صحابہؓ سے، پھر اپنے مرشد سے محبت کرو۔ اس ترجیح کو ایسے لیا۔

حقوق العباد سارے ادا کروں گا۔ حقوق اللہ، حقوق العباد، اور حقوق منصبی بھی ادا کروں گا سارے صحیح طریقے سے کروں گا۔ انسانوں کے بارے میں ہے کہ اپنے کسی قول، فعل، یا حرکت سے کسی انسان کو دکھ، رنج، تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ یہ ہماری بیعت کی شرائط میں لکھا ہے۔ بڑی سخت شرط ہے۔ کوئی ایسی بات نہ کریں۔ کوئی ایسا کام نہ کریں۔ کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس سے کسی کو تکلیف پہنچے۔ بہت اچھے طریقے سے بات کرو۔ حدیث بھی ہے کہ 'مومن وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔ باباجیؒ نے اپنی بیعت میں لکھ دیا ہے۔ مطلب ہے کہ زبان اتنی شائستہ ہو، الفاظ اتنے شگفتہ ہوں، اور اچھے طریقے سے ادا کیے جائیں۔ میاں محمد بخشؒ کا بھی شعر پڑھتے ہیں سارے؛

مسجد ڈھا دے، مندر ڈھا دے، ڈھا دے جو کجھ ڈھیندا
بندیاں دا دل نہ ڈھائیں، رب انہاں اِچ رہندا

انسان کا دل جو ہے وہ اللہ کا گھر ہے۔ دل نہ کسی کا دکھاؤ۔ دل نہ کسی کا دکھاؤ، مسجد تو لوگ خود ہی گراتے ہیں اور دوسری بن جاتی ہے، لیکن وہ دل کسی کا ٹوٹ گیا، کیا پتہ وہ اندر کیسا ہو، تو اس کا مداوا نہیں ہو سکتا۔ اللہ کا قرب جو ہے اسے Qualitative چاہیے۔ آپ کو Approach کرنا ہے ورنہ اللہ تو رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اللہ تو شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ یہ قرب تو اپنی جگہ ہے۔ یہ قرب Qualitative ہے کہ آپ کی صفات جو ہیں وہ اللہ کے رنگ میں ہوں جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تَخَلَّقُوا بِاَخلَاقِ اللّٰہ 'اپنے اندر اللہ جیسی صفات پیدا کرو'۔ جیسے وہ غفور الرحیم ہے ایسے آپ بھی غفور اور رحیم ہوں۔ وہ اللہ غفور الرحیم ہو اور آپ اس کی مخلوق پر ظلم کرنے والے ہوں تو آپ کا اللہ سے دوستی کا کیا تعلق؟ دوستی اسی سے ہے جو اللہ جیسی صفات پیدا کرے۔ وہ پردہ پوشی کرنے والا ہے اور آپ اگر کسی کی

خبر ہاتھ لگ جائے تو ساری دنیا میں اڑانے لگ جائیں تو آپ کی دوستی اللہ سے کیسے ہو گی؟ وہ اسی کو پسند کرتا ہے جو کسی کی برائی کا پتہ چل بھی جائے تو پردہ پوشی کرے۔

زنا کتنا بڑا جرم ہے اور اس کی سزا ہے۔ اس کی اتنی سخت شرط ہے کہ چار عینی گواہ لاؤ جو عدالت میں پیش ہوں، اگر نہیں لائے تو پھر آپ کو سزا لگ جائے گی۔ اب دیکھ کر منہ کھولنا۔ کسی پر الزام لگانے سے پہلے سوچو۔ اب کون چار گواہ Produce کرے۔ شریعت میں عینی گواہ کے لئے عینی ثابت ہونے کے لئے بڑی مشکلات ہوتی ہیں۔ اس میں ہے کہ آپ نے دیکھ لیا ہے، بولنا نہیں ہے کہ کسی پر الزام لگادو۔ یہ نہیں کرنا۔ بولنا تب ہے جب چار گواہ ہوں۔ ورنہ آپ پر اسّی (۸۰) کوڑے سزا پڑ جاتی ہے کہ لاؤ مارو اگر یہ چار گواہ نہیں لا پاتا تو۔ سوچ کے بات کرو۔ اگر اسلامی قانون بن بھی جائے تو ثابت کرنا مشکل ہو جائے گا۔ کہاں سے لاؤ گے چار گواہ؟ سنت دیکھو۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مطابق بندہ بن جائے۔ علامہ بھی کہتا ہے کہ

خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات

ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز

وہ بندہ کہ جس میں اللہ کی صفات ہوں، جیسے وہ غنی ہے، مومن کا دل بھی ایسا ہی ہے کہ اس دنیا سے بھی بے نیاز ہوتا ہے کہ ہم مر گئے تو ادھر بھی کچھ نہیں لینا، مجھے اللہ تیرا دیدار چاہیے۔ مجھے یہ اور کچھ نہیں چاہیے۔ علامہؒ نے یہ بھی کہا ہے:

یہ جنت مبارک رہے زاہدوں کو

کہ میں آپ کا سامنا چاہتا ہوں

مجھے تو آپ دکھائی دیتے رہیں۔ آپ کو دیکھتا رہوں۔ مجھے وہ نہیں چاہیے۔ وہ صفات اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں جیسے فرمایا کہ تَخَلَّقُوا بِاَخلَاقِ اللّٰہ۔ اپنے اندر اللہ جیسی عادات پیدا کرو۔ اللہ نے کہا ہے کہ میرے حضور ﷺ کا اتباع کرو کہ وہ کامل ترین نمونہ ہیں اس بات کا کہ

جس سے اللہ پیار کرتا ہے۔فرمایا کہ آپ ﷺ کہہ دیجئے لوگوں کو کہ اگر اللہ کی محبت چاہیے تو میرا اتباع کرو۔میرے پیچھے پیچھے چلو۔جیسے میری زندگی ہے ویسی زندگی گزارو،اللہ تم سے محبت کرے گا۔اندر وہ صفات جو ہیں ان کو Improve کرتا ہے۔یہ ذکراذکار، یہ روزے ان کا مقصد یہی ہے کہ ہماری Life change ہو جائے۔اگر نہیں ہوتی تو پھر کوئی بات پیدا نہیں ہو سکتی نہ نمازوں سے نہ روزوں سے۔جیسے علامہؒ نے فرمایا:

نماز و روزہ و قربانی و حج

یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

تو مومن باقی نہیں رہا۔رسمیں سب چل رہی ہیں۔حج پہ بھی بے بہارش ہے، روزے رکھے جا رہے ہیں لیکن اس میں کردار میں تو ویسے کا ویسے ہی ہے۔بندہ پہلے سے زیادہ کڑوا ہو جاتا ہے کہتے ہیں حاجی ہے۔اس کے پاس نہ جانا، یہ حج کر کے آیا ہے۔بجائے اس کے کہ ہم وہ ہوں کہ ہم حج کر کے آئے ہیں، اللہ کے گھر سے ہو کر آئے ہیں سارے Change ہو جائیں جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایسے ہے جیسے نیا پیدا ہوا ہے، نیا جنم لیا ہے۔نیا پیدا ہو جائے تو پھر تو ہے ناں کہ یہ حج کر کے آیا ہے، یہ معصوم بن گیا ہے۔اس نے واقعی حج کیا ہے۔حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق ہو گیا ہے، اگر وہ نہیں ہوا تو پھر کیا ہے۔اسی طرح روزے ہیں کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔اللہ سے بندہ ڈرنے والا بن جائے۔

روزے میں جیسے پانی، دودھ سب گرمی میں پڑا ہے لیکن نہیں پیتے کہ پورا کرنا ہے، روزہ ہے۔

دیکھو! بچے چھوٹے چھوٹے روزہ رکھ لیتے ہیں، بھوکے مر گئے مگر کوئی توڑتا نہیں اس روزہ کو۔انہیں بھی پتا ہے کہ روزہ رکھا ہے۔اگلے دن بے شک نہیں رکھیں گے مگر اس دن پورا کریں گے۔جیسے اس کا روزہ ہے ایسے ہی اللہ نے کہہ دیا ہے کہ پورا کرنا ہے تو یہ زندگی بھی ایسے ہی ہے۔اسی کا نام تقویٰ ہے کہ جو اللہ نے منع کیا ہے اس پر نہیں چلنا۔روٹی پانی سے نہیں، جو

اللہ نے منع کیا ہے اس سے رکنا ہے۔ اس میں گزارو۔ بزرگ کہتے ہیں 'زندگی چند روزہ ہے، اس میں ہمارا روزہ ہے'۔ یہ چند روزہ زندگی ہے اور ہم اس میں روزہ سے ہیں۔ جو اللہ نے منع کیا ہے، اس پر نہیں چلنا۔ اب اس سے رکنا جو ہے وہ پیدا ہو جائے یہی روزہ ہے۔ مطلب ہی ہے روزے کا 'رکنا'۔ اس میں رکنا ہے۔ اس میں کچھ کام جو ہیں انہیں نہیں کرنا۔ جو مرضی ہو جائے ان کو نہیں کرنا۔ جو روزہ نہیں توڑتے۔ جتنی مرضی سفارشیں باپ کی، بھائی کی، بہن کی آئیں، یہ نہیں چھوڑتے۔ اللہ کا جو حکم ہے اس پر قائم ہیں تو قائم ہیں۔ یہ فرمائشیں، سفارشیں جو بھی ہیں، ان کی فکر نہ کرو۔ مطلب یہ ہے کہ سارا حکم جو ہے وہ آپ کے اخلاق سے ہے۔ بہتر کرو اس کو۔

نماز کا فرمایا کہ وہ برے کاموں سے روکتی ہے۔ اگر نہیں روکا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ نماز صحیح ادا نہیں ہوئی۔ روزے نے تقویٰ پیدا نہیں کیا۔ آپ کو خالص بندہ اور انسان ہونا چاہیے۔ پھر خبریں آئیں کہ شراب پی کر اتنے مسلمان شہید ہو گئے ہیں تو پھر اس کا کیا کرنا ہے۔ ایسے روزے کا کیا کرنا ہے۔ آتی ہیں خبریں کہ وہ ہو گیا۔ شراب نوشی کا پروگرام بنایا۔ ویڈیو بھی بنیں پروگرام کی۔ چاند رات ہے۔ سارا کچھ ہمیں Change کرنا چاہیے کہ اللہ کا ذکر ہو۔ بندے میں Change آئے۔ ہر روز بہتری ہو۔ علامہ کہتا ہے کہ

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن

ہر لحظہ میں مومن کو ایک Step اوپر جانا چاہیے۔ جا سکتا ہے بشرطیکہ آپ باباجیؒ کی تعلیم پر ویسے عمل کریں۔ ہر سانس کے ساتھ اللہ کا نام لینا ہے، جو سانس اندر جائے وہ بھی اللہ کہتا ہوا اندر جائے اور جو باہر نکلے وہ بھی اللہ کہتا ہوا باہر آئے۔ یقین کریں دوسری سانس میں آپ یہاں پر نہیں ہوں گے۔ روحانی طور پر دوسرے سانس میں آپ اوپر والے آسمان پر ہوں گے۔ ایسا کریں تو آپ کی اللہ کے ہاں نئی آن نئی شان بن سکتی ہے۔

حاضرین میں سے ایک بھائی نے کہا: باباجی! ایک آدمی اپنی مصروفیات میں بعض دفعہ

یہ ذکر کر ہی نہیں سکتا، اس کا کام ایسا ہے۔ تو ایسے شخص کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

باباجانؒ نے فرمایا: یہی تو بات ہے جو ہم عرض کر رہے ہیں کہ یہ ساری چیزیں جو ہم نے ابھی پڑھی ہیں کہ حقوق منصبی پہلے، حقوق العباد اور حقوق اللہ۔ یہ حقوق منصبی ہیں کہ اس کا جو منصب ہے، اس کی جو Duties ہیں، وہ دکان کا ملازم ہے یا گورنمنٹ کا ملازم ہے، وہ انہیں کرے۔ یہ رزق حلال ہے۔ جب اسے حلال کرے گا تو تب ہوگا ناں۔ ڈیوٹی اگر پوری نہیں کرے گا تو وہ کیسے حلال ہوگا؟ علامہؒ نے اپنے مرشد رومیؒ سے پوچھا کہ ایمان کی لذت کیسے آتی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ رزق حلال سے آتی ہے۔ حلال پہلے اندر جائے گا تو ایمان کی لذت کا تب پتہ چلے گا کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔ یہ رزق حلال جو ہے اس کی بنیاد ہے۔ اَکلِ حلال اور صِدقِ مَقال۔ اندر کھائے تو حلال کھائے۔ باہر بات جو کرے، وہ مقال جو ہے وہ صدق ہو، سچا ہو۔ دونوں باتوں سے ہے، رزق بھی حلال ہو اور باہر کی بات بھی سچی ہو۔

ہم کہتے ہیں کہ ہوا ہے یہ زندگی ہے تو یہ بھی اللہ اللہ کہتی ہوئی جائے اور اللہ اللہ کہتی آئے تو پھر سونے پر سہاگہ ہو جائے۔ وہ جسم کی غذا ہے، یہ بھی روح کی غذا ہے۔ جسم کی آکسیجن بھی اسی سے جاتی ہے، یہ بھی اللہ کہے۔ اس کے ساتھ بھی ویسے بھی حاکم اللہ کا شکر واجب ہے۔ کھایا ہے تو اس کا شکر ادا کرو کہ شکر ہے کہ اس نے کھانا کھلایا ہے۔ وہ اللہ کہتا ہے کہ اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور دوں گا۔ کہتے ہیں کہ شکر ہر نعمت پر واجب ہے تو سب سے بڑی نعمت تو سانس ہے۔ روٹی کے بغیر تو کئی دن گزر سکتے ہیں۔ کھانے کے بغیر بھی دو دن، سانس کے بغیر تو نہیں گزر سکتا۔ اس کا شکر جو ہے وہ سب سے زیادہ ضروری ہے۔ ہوا بند ہو گئی تو بس دم اسی وقت ختم۔ اس نعمت کا بھی تو شکر ادا ہونا چاہیے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بغیر شکر کے آپ اس نعمت کو استعمال کریں۔ جس نے یہ نعمت دی ہے ہر سانس کے ساتھ 'اللہ' کہا جائے۔ پرانی بوڑھی مائیاں لوری دیا کرتی تھیں:

"اللہ اللہ کریا کرو، خالی دم نہ بھریا کرو"۔

سانس سے جو یہ شاں شاں ہوتی ہے اس کے ساتھ اللہ بھی کرو۔ خالی دم نہ بھرا کرو۔ اللہ کا نام بھی پکارو۔ سانس بھی جائے گا اور اللہ کا ذکر بھی ہو جائے گا۔ وہ اس کے ساتھ کرتے ہیں۔ جو فقیر آدمی ہوتے ہیں، اپنی اپنی بات وہ ڈھونڈ لیتے ہیں۔ مرغیاں جو ہیں وہ نالیوں سے پانی پیتی ہیں۔ وہ پانی سے چونچ بھر لیتی ہیں تو اوپر کو منہ کرتی ہیں، وہ اندر جاتا ہے۔ وہ پھر پانی چونچ میں بھرتی ہیں اور اوپر منہ کرتی ہیں۔ تو وہ (بزرگ) کہتے ہیں کہ دیکھ تجھ سے تو یہ مرغی ہی اچھی۔ گندی نالی میں سے پانی پیتی ہے، گھونٹ بھرتی ہے تو اوپر آسمان کی طرف منہ کر کے شکر کرتی ہے، پھر دوسرا گھونٹ بھرتی ہے۔ تو جگ منہ کو لگاتا ہے تو پھر سانس بھی نہیں لیتا۔ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ وہ کہتے ہیں کہ مرغی اللہ کا شکر ادا کرتی ہے یا نہیں کرتی مگر تمہیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ کھانے کے ہر لقمے کے ساتھ بسم اللہ پڑھنا چاہیے۔ کھانا بھی برکت والا ہو جائے اور اللہ کا ذکر بھی ساتھ ساتھ چلتا رہے کہ اللہ کا نام برکت والا ہے۔ نماز پڑھتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ **سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمدِکَ وَتَبَارَکَ اسمُکَ**۔ اللہ تیرا نام ہی برکت والا ہے۔ ہر لقمے کے ساتھ، دوا کے ساتھ اللہ کا نام لے کر کھایا جائے تو کیوں نہ برکت ہو۔

مومن کا سونا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا، عبادت۔ اس میں اپنے بندے کو بتاتا ہے کہ اللہ کی یاد رہے، اس کی طرف دھیان رہے۔ اس کو وہ بنا دیتا ہے کہ اس کا سونا بھی ذکر ہوتا ہے، اس کا جاگنا بھی ذکر ہوتا ہے، اس کا ڈیوٹی کرنا بھی ذکر ہوتا ہے۔ ڈیوٹی پر کام، مشقت کرنا بھی فرمایا کہ وہ بھی ذکر ہے۔ ایک انسان اس لئے کما رہا ہے کہ مجھے کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرنا پڑے، میں اپنے ہاتھ سے ہی کمالوں تو یہ دین ہے۔ اس لئے کما رہا ہے کہ میرے بال بچے ہیں، ان کی میں اچھی پرورش کروں، ان کے اوپر خرچ کروں، اس لئے محنت کر رہا ہے کہ میرے ماں باپ ہیں، بوڑھے ہیں، میں ان کی خدمت کروں، اور اچھے طریقے سے کروں تو یہ بھی دین ہے۔ اگر اس لئے کماتا ہے کہ میں اچھا مکان بناؤں، مجھ جیسا شہر میں کسی کا مکان نہ ہو، تو یہ دنیا کا ہے۔

یہ نفس کی اونچائی کے لئے کام کر رہا ہے۔اگر ایسی بات ہےتو یہ دنیا کے لئے ہے۔اگر باعزت طور پر زندہ رہنا، کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرے، اس کے لئے کام کرے تو یہ دین ہے۔ فرمایا کہ اگر تمہارے پاس چند درہم ہوں آپ کسی غریب کو دے دیتے ہو، مسجد پہ لگا دیتے ہو، اس میں سے کوئی چیز لا کر اپنی بیوی اور بچوں کے منہ میں ڈال دیتے ہوتو یہ بھی صدقہ ہے۔ یہ سب سے زیادہ بہتر صدقہ ہے کہ اس نے لا کر بچوں کو کھلایا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں جو روزے رکھنے، راتوں کو قیام کرنے، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے بھی اچھا ہو۔فرمایا اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔آپ کے گھر والے، جو آپ کے ماتحت ہیں، والدین، سب کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔نیک اخلاق سے اچھا سلوک کرنا ہے۔وہ ان سب سے اچھا ہے۔پھر فرمایا کہ اس سے بھی اچھا بتاؤں، جو اس سے بھی اچھا ہو؟ فرمایا کہ اپنی بیوی کی بدسلوکی کے باوجود بھی اس سے حسنِ سلوک کرنا۔یہ اس سے بھی اچھا ہے۔اب یہ اعلیٰ اخلاق کی باتیں ہیں۔مسلمان مومن یہ کرتے ہیں۔

باباجیؒ نے بھی کہا کہ جوتے لگا کے بیوی کو باہر نکال دینا یہ ہر کوئی کر سکتا ہے۔اس کی بدسلوکی کو برداشت کرنا، یہ مردانگی ہے۔وہ واقعہ ہے ناں قطب کا کہ کون ہے دہلی کا قطب؟ فرمایا کہ وہ فلاں جگہ پر جو شخص رہتا ہے۔چلا گیا، فجر کی نماز وہاں پڑھی۔پوچھا کہ فلاں حضرت صاحب رہتے ہیں۔بتایا گیا کہ اس نام کا ایک بندہ ہےتو سہی گلی میں شاید وہی ہو۔وہ چلا گیا ، باہر سے آواز دی۔بیوی نے کہا کہ کون ہے؟ فرمایا کہ میں حضرت صاحب کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔اس نے اپنے میاں سے کہا کہ اُٹھ مردود، وہ سویرے سویرے کوئی تجھے ملنے کے لئے آ گیا ہے۔جا۔وہ نکلے باہر تو اس بندے نے کہا کہ میں فلاں شہر سے آیا ہوں۔میں آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہوں۔انہوں نے کہا کہ چلو میں جنگل میں جا رہا ہوں لکڑیاں کاٹنے، آپ بھی میرے ساتھ چلو۔وہ اسے ساتھ لے گئے لکڑیاں کاٹنے۔لکڑیاں کاٹیں۔

وہاں ایک پولیس والا کھڑا تھا، اس نے پوچھا کہ بابا لکڑیاں بیچتی ہیں۔ کہا کہ ہاں۔ پوچھنے لگا کتنے کی؟ اس زمانے کی بات ہے۔ بتایا کہ چار آنے اور ایک ٹکہ۔ اس (پولیس والے) نے چار آنے دیے اور کہا کہ چل دفع ہو جا، ایک ٹکے کا کیا ہے۔ وہاں سے آ گئے۔ گھر گئے تو بندے سے کہا کہ میں بیگم کو پیسے دے آؤں۔ کہا کہ یہ لو یہ لکڑیوں کے پیسے ہیں۔ وہ روز لیتی تھی پیسے۔ اس نے کہا کہ وہ ٹکہ کدھر ہے؟ کہنے لگے کہ وہ تو پولیس والے نے نہیں دیا۔ کہنے لگی کہ ہاں وہ مردود آیا ہے ناں سویرے کا دوست۔ تم ٹکہ اسے کھلا آئے ہو۔ چوانی مجھے لا دی ہے۔ آج روٹی نہیں ملے گی تمہیں رات کو۔

وہ جو حضرت صاحب کو ملنے آیا تھا۔ وہ باہر تھا، اس نے بھی سنا۔ باہر آئے حضرت صاحب کہ چل بھائی آؤ مسجد چلیں۔ مسجد لے گئے، نماز پڑھی۔ نماز کے بعد اس نے کہا حضرت صاحب مجھے چھٹی دیں، میں چلتا ہوں۔ مجھے تو بتایا گیا تھا کہ آپ غوث ہیں، قطب ہیں اس شہر کے، میں تو اسی لئے آیا تھا کہ آپ کی زیارت کروں۔ کیا فائدہ اس قطبی کا کہ گھر کی بیگم بھی آپ کو نہیں رہنے دیتی۔ وہ پولیس والا کہ جس نے نہ پیسے پورے دیے بلکہ ساتھ لات ماری۔ ادھر یہ کہتی ہے کہ رات کو روٹی نہیں دیتی۔ ٹکہ کدھر گم کر آئے ہو۔ اس قطبی کا کیا فائدہ۔ وہ بیڑا اُٹھا دو پولیس والے کا، ادھر یہ بیگم پڑی ہو۔ انہوں نے کہا کہ انہی کی وجہ سے تو مجھے قطب بنایا گیا ہے۔ یہ روز کرتے ہیں اور میں برداشت کرتا ہوں۔ ان سے میں یہ کیسے کروں۔

باباجیؒ نے کہا کہ یہ مردانگی ہے، برداشت کرنا سارا کچھ۔ برے سے بھی اچھا سلوک کرنا۔ مائی کوڑا پھینکتی تھی اور آپ ﷺ -------

یہ نعتیں پڑھنے سے تو کام نہیں بنے گا کہ

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سُن کر دعائیں دیں

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں

آپ کریں گےتو ہوگا اس کا اثر۔ایک حضرت صاحبؒ ساری عمر باہر رہے، بزرگ تھے نقشبندیہ سلسلہ کے، وہ ایک دن بازار جا رہے تھے کہ آگے سے ایک بندہ سُرنگی بجاتا مست مزاج جا رہا تھا۔انہوں نے کہا کہ کیسا زمانہ آگیا ہے لوگ بجاتے ہیں سرنگی۔راستے میں تو چھوڑ دو اسے۔راستے میں بجا رہے ہوا سے۔وہ پریم میں مست تھا۔یہ بزرگ بایزید بسطامیؒ تھے شاید۔اس نے یہ سُنا اور دے مارا۔اس کا سرنگی ٹوٹ گیا۔بایزید بسطامیؒ بھی سمجھ گئے کہ اس کا دل دکھانے والی بات جو میں نے کی ہے اس لئے اس نے یہ توڑا ہے۔ورنہ وہ تو اس کا محبوب تھا۔گھر گئے،غلام کو بلایا اور پوچھا کہ کتنے کا آتا ہے وہ ساز جو ہے؟اس نے کہا کہ یا تنے روپے کا ہوگا۔اسے پیسے دیے اور کہا کہ جاؤ اور نیا ساز خرید و۔اس کے ساتھ ایک پلیٹ دی حلوے کی کہ ساتھ لے جاؤ اور اس کو دے کے آؤ کہ یہ باباجیؒ نے بھیجی ہے۔انہوں نے بات کی،آپ کو وہ اچھی نہیں لگی اور آپ نے وہ توڑ دیا ہے۔یہ وہ سرنگی ہے۔اور ساتھ یہ حلوہ بھیجا ہے کہ جو تھوڑی سی تلخی پیدا ہوئی ہے وہ دور ہو جائے۔

مطلب یہ کہ ایسے ان کو خیال آجاتا ہے کہ نہیں کرنا چاہیے کوئی ایسی بات۔غصہ آیا تو انہوں نے کہا۔فقیروں کا اسلام اور یہ اسلام ہے۔اللہ کی تعلیم ہے کہ ایسے کرو۔رسول اللہ ﷺ نے ایسے کیا۔اُس مائی کو کوئی نہیں روک سکتا تھا؟حضور ﷺ کے صحابہ جانثار تھے۔مگر ان کو کہا کہ اس کو کرنے دو۔وہ ایسے کرے گی،ہم ایسے کریں گے۔جو ایسے کرتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ بھی جو ہے ان کو اعلیٰ درجات دیتا ہے۔باباجیؒ نے بھی لکھا ہے ناں کہ اگر چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے تو اس کی مخلوق سے محبت کرو۔لکھا ہے کہ مجنوں جو ہے وہ لیلیٰ کی گلی کے کتے سے بھی پیار کرتا تھا،تم کیسے محبّ ہو کہ اللہ کی بہترین مخلوق جس کو اس نے مسجودِ ملائک بنایا ہے،اس سے بھی پیار نہیں کرتے۔Lesson ہیں یہ ہمارے لئے۔کرنا چاہیے۔اگر اپنا بت ہی بحال رکھے کہ میں یہ اور وہ جی تو پھر بات نہیں بنے گی۔کسی کی زیادتی والی بات سن کر خاموش ہو جانا

بہت بڑی بات ہے۔ وہ کریں گے تو پھر درجات ملتے ہیں۔ محسوس ہوتے ہیں انسان کو، انوار وبرکات اللہ کی کہ برداشت کیا تھا تو یہ اس کا صلہ مل رہا ہے۔ کرنا چاہیے۔ سلیبس باباجیؒ نے دے دیا، ڈٹ کے کرنا ہے۔ بیعت نامہ میں لکھا ہے۔ روز پڑھیں یاد رہے۔ یہ غصہ اور نفرت، اس کو نکالنا ہے اور اس پر چلنا ہے کہ اپنے قول وفعل سے کسی کو دکھ نہیں پہنچانا۔ Faithful way میں، جہاں بھی ہوں، جو Situation ہو، اس کو کریں۔

حاضرین میں سے کسی نے کہا: باباجی! یہ انسان کا کردار جو ہے بعض دفعہ بہت اچھا ہوجاتا ہے، بعض دفعہ بہت برا ہوجاتا ہے۔ وہ کون سے Parameters ہیں کہ پتا چلے کہ انسان Balance کرے کہ In actual وہ کہاں ہے؟

باباجانؒ نے فرمایا: Balance تو انسان خود کرتا ہے۔ اپنا جج وہ خود ہی ہوتا ہے۔ اس کے مطابق وہ فیصلے کرتا ہے کہ کن باتوں پر عمل کرنا ہے، کن لوگوں کا راستہ اختیار کرنا ہے۔ بزرگوں کی تلاش میں ہے تو دیکھتا ہے کہ کون سا بزرگ اچھا ہے۔ یہ سب وہ خود Decide کرتا ہے۔ اس کا دل اس کو قبول کرتا ہے۔ Judgement کے اپنے جو Parameters ہیں اپنے وہ خود بدلتا ہے۔ اسے وہ بدلتا رہتا ہے۔ اس کے مطابق وہ خود بدلتا رہتا ہے۔ جب وہ اعلیٰ مقامات پر ہوتا ہے تو اس کی Judgement بھی بڑی اعلیٰ قسم کی ہوتی ہے۔ وہ اسے سمجھ جاتا ہے جیسے کہا گیا ہے کہ ذکر اذکار کرو، خدا سے محبت کرو، بڑھاتے جاؤ اس کی محبت کو تو یہ روز بروز Change ہوجاتا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ صِبْغَةَ اللّٰهِ۔ اللہ کا رنگ۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً۔ (سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۱۳۸)

اللہ کا رنگ اور اس سے اچھا رنگ کس کا ہوسکتا ہے۔ نام اس کا ہو۔ رنگ اس کی مرضی کا ہو۔ جیسے جیسے آپ اس کے حکم کو مانتے چلے جاتے ہیں، اللہ کی محبت کا رنگ چڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہ جو ذکر آپ کرتے ہیں، یہ ذکر بتایا جاتا ہے کہ پاس انفاس کریں۔ یہ زبردست چیز ہے۔

یہ ایسے کہا نہیں ہے کہ اللہ اللہ کرو بلکہ کہا ہے کہ جب کروتو وہ جذبہ چھپا ہونا چاہیے کہ اے اللہ میں تیرا دیدار کرنا چاہتا ہوں، تیری محبت پہ میں قربان ہونا چاہتا ہوں، تیرے بغیر جی نہیں لگتا۔ اندر محبت کے ساتھ وہ بات ہے۔اس کے ساتھ وہ اللہ کو پکارتا ہے۔ ایسے ہی نہیں وہ کرتا۔ مولانا رومؒ نے فرمایا:

سیرِ عارف ہر دمی تا تختِ شاہ
سیرِ زاہد ہر مھی یک روزہ راہ

زاہد کی پرواز جو ہے ایک رات کی تو کہتے ہیں کہ ایک روزہ راہ۔ زاہد جب اللہ کا ذکر کرتا ہے ایک رات تو وہ ایک رات کا ہی سفر طے کرتا ہے اور عاشق جو ہے وہ جب اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے تو اس کا ایک سانس جو ہے وہ تا تختِ شاہ۔ شاہ کے تخت تک جاتا ہے ایک سانس۔ باباجیؒ نے بھی ایک خطبے میں کہا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ کس لئے آئے ہو؟ فرمایا کہ آپ کا جواب ہے اللہ۔ آپ کو کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کا جواب ہے اللہ۔ تمہاری صورتیں ہی اس خلوص کا مظہر ہیں۔ تمہارے دلوں سے جو نام نکلتا ہے اور عرشِ الٰہی تک جاتا ہے میں وہ بھی سن رہا ہوں۔ وہ یہاں ہی نہیں رہتا۔ وہ عرشِ الٰہی تک جاتا ہے۔ Call back ہوتی ہے پھر واپسی۔ وہ اللہ بھی یاد کرتا ہے۔ وہ ہے۔ اس کو کریں گے سانس میں تو عرش تک پہنچے گا اور پتا چلے گا کہ میرے اللہ کہنے سے فرق ہوتا ہے۔ اس کا ثواب بھی اسی طرح سے ہے۔

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کا خط

بنام: سیّد رحمت اللّٰہ شاہ

مورخہ: 23.01.2004

السّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہ !

آپ کا خط ملا۔ کافی دنوں سے طبیعت غیر متوازن سی چل رہی ہے۔ کافی دن پیٹ ٹھیک نہیں رہا، جس کی وجہ سے کمزوری محسوس ہونے لگی ہے۔ بھائی آجاتے ہیں، اللّٰہ کی باتیں شروع ہوجاتی ہیں تو سب بیماریاں بھول جاتی ہیں۔ آپ دُعا کرتے رہیں۔ آج سعودیہ سے میاں محمد انور صاحب سے فون پر بات چیت کی سعادت حاصل ہوئی، انہیں بھی دُعاؤں کیلئے کہا تھا۔

حلقہ کی تعلیم کے فروغ کیلئے آپ کی سوچیں مثبت ہیں۔ آپ کی تجاویز کے مطابق آپ کا حلقہ دو حصوں میں کردیا گیا ہے۔ اصل کام زیادہ سے زیادہ لوگوں تک سلسلہ کی تعلیم کو پہنچانے کا ہے۔ ہر بھائی مؤثر طریقہ سے اس کام کا اہل نہیں ہوتا، اس لئے میرے ذہن میں یہ ہے کہ سلسلہ کی تعلیم کے اہم اور انفرادی پہلوؤں پر مشتمل ایک کتابچہ لکھا جائے جو ''تعلیم و تعارف'' کا کام دے اور بانیٔ سلسلہؒ کی کتابوں سے پہلے ان کی تعلیم کا خلاصہ پیش کیا جائے۔ اس کی تقسیم مفت اور وسیع پیمانے پر ہو۔ E-mail اور دیگر تمام ذرائع ابلاغ کو استعمال میں لانا وقت کی ضرورت ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ کی تائید سے یہ سب کچھ زیرِ غور ہے۔ دعوتی شعبہ کیلئے یا تو رضا کار بھائی ملیں جنہیں فراغت ہو اور وہ سامنے آئیں۔ یا پھر ہمارے ذرائع اتنے ہوں کہ ہم تنخواہ دار کارکن اس کام پر لگائیں جیسا کہ قبلہ حضرتؒ نے طریقت توحیدیہ میں تنخواہ دار مبلّغین پر مشتمل

تبلیغی جماعت بنانے کا لائحہ عمل دیا ہوا ہے۔

ہمیں مرکز کی تعمیر کی وجہ سے اس کام کو آہستہ کرنا پڑا۔ اب اِنْشَاءَ اللّٰہ آپ بھائیوں کے تعاون سے اسے تیز گام کرنے کا ارادہ ہے۔ کام شروع ہو گا تو ساتھ ساتھ اصلاح و ترمیم بھی ہوتی رہتی ہے۔

اسلحہ والوں کی ڈیوٹی کی آج کل ضرورت ہوتی ہے۔ دہشت گردی کے دور میں ہر جلسہ اور اجتماع پر حفاظت کیلئے یہ اقدام ضروری ہوتے ہیں۔ بہر حال فائرنگ جیسی حرکات ہرگز نہ ہونی چاہئیں۔ آپ آئندہ بھی سلسلہ کی بہتری کیلئے تجاویز بھیجتے رہا کریں۔ اب یہ کام آپ لوگوں نے ہی کرنا ہے۔ اللّٰہ آپ لوگوں کی مدد فرمائے گا۔

تمام برادران حلقہ کو سلام کہہ دیں اور تجرباتی حلقوں کی رونق بڑھانے میں سب بھائی محنت کریں اور نئے لوگوں کو ساتھ لائیں تاکہ دوسرے حلقوں میں بھی اس قانون کو نافذ کیا جائے۔

مورخہ: 27.02.2004

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہ !

سب سے پہلے اندوہناک خبر یہ ہے کہ گوجرانوالہ کے بھائی حاجی محمد امین صاحب قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ آج صبح ۹ بجے ان کی نمازِ جنازہ ہوئی۔ سب بھائی ان کی مغفرت اور ترقیٔ درجات کے لئے دُعا فرمائیں۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہ آپ جیسے فعّال بھائی سلسلہ کی تعلیم کے فروغ کیلئے بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی سعی بارآور فرمائے، اپنی تائید و نصرت سے نوازے اور اپنی مخلوق کے دلوں کو اس زندگی بخش تعلیم کی طرف رجوع فرمائے۔ آمین!

''ویب سائٹ'' بڑا اچھا ذریعہ اشاعت ہے اور اسے ضرور زیرِ استعمال لانا چاہیے۔ مجھے اس فیلڈ کا کوئی تجربہ نہیں ہے اور نہ ہی سیکھنے کی فرصت ہے۔ یہاں ملاقات کے لئے آنے والوں ہی سے فرصت نہیں ملتی۔ خطوط کے جواب لکھنے کا بھی بعض اوقات وقت نہیں ملتا۔

اگر چہ جذبہ تو جوان ہے لیکن عمر کے اپنے تقاضے ہیں اور جسم تھک جاتا ہے۔ اس لئے میری طرف سے آپ بھائیوں کو اجازت ہے کہ ان ذرائع کو حلقہ کے بہترین مفاد میں جس طرح مشاورت کے بعد فیصلہ ہو استعمال میں لائیں ۔ میں آپ کی حتی المقدور راہنمائی کرتا رہونگا۔ مالی وسائل کا فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

مجلّہ کیلئے آپ بھائیوں کا قلمی تعاون خوش آئند ہے۔ میں تو تاکید کرتا رہتا ہوں کہ سب بھائی کچھ نہ کچھ لکھتے رہا کریں۔ اللہ کی باتیں جب اللہ والے لکھیں گے تو وہ دلوں پر ضرور اثر انداز ہونگی۔ ڈگریوں کی زیادہ ضرورت نہیں ہے۔ بس خلوص درکار ہے۔ اپنے احباب سے بھی تعاون حاصل کریں۔ آپ تو علمی ماحول میں ہیں۔ اور آپ کے بھی دوست پڑھے لکھے ہیں۔

''**فلاحِ آدمیت**'' کا کینوس وسیع کرنے کی گنجائش ہے۔ جس طرح آدمیت کا حلقہ وسیع ہے، اسی طرح اس کی خدمت کا میدان بھی بڑا ہے۔ اس لئے مزید فیلڈ مثلاً صحت کے بارے میں طبّی مشورے، مجرب قسم کے نسخے، اسی طرح بچوں کی دلچسپی کے لئے دینی تربیت، نصیحت آموز حکایتیں وغیرہ۔ گھریلو زندگی اور خواتین کیلئے ٹوٹکے، باورچی خانہ کے لئے نئے نئے پکوان وغیرہ۔ مرکز تعمیر ملت کے لئے میں نے ہدایات دے رکھی ہیں تاکہ اس کی صحیح ڈاکومینٹیشن ہو جائے۔

مورخہ: 19.04.2004

السَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ !

آپ کا خط ملا۔ نتیجہ خلاف توقع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ نے اس امتحان کے مطلوبہ معیار کے مطابق محنت نہیں کی۔ اس لئے دوسرا موقع دیا جاتا ہے کہ انسان اپنے سارے جوہر بروئے کار لاکر پورا زور لگا کر دیکھ لے۔ آپ نے بھی یہی کرنا ہے کیونکہ آپ کو پاس ہونے کا موقع دیا جا رہا ہے۔ فیل تو انسان تب ہوتا ہے جب ہمّت ہار دے۔ آپ اس کام میں، اپنی پوری ہمت لگا دیں اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے اس کی تائید و نصرت بھی طلب کرتے رہیں۔ میری دُعائیں آپ کے ساتھ رہیں گی۔ ''**ھمتِ مرداں، مددِ خدا**۔

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ بطور شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

(ماجد محمود مرکز تعمیر ملت)

بانئ سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنی زندگی میں ہی اپنا جانشین جناب قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ کو مقرر فرما دیا تھا لیکن قبلہ عبدالستار خان صاحب اپنی زندگی میں بوجہ علالت اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر نہ فرما سکے۔

بانئ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ انصاری صاحبؒ کے دیے ہوئے دستور (طریقت توحیدیہ) کے مطابق اگر شیخ سلسلہ کسی وجہ سے اپنا جانشین مقرر نہ کر سکے تو مجازین کرام اپنے میں سے اتفاق رائے سے کسی ایک کو بطور شیخ سلسلہ منتخب کرتے ہیں۔

چنانچہ 1991 میں گوجرانوالہ میں مجازین کرام سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا اجلاس منعقد ہوا جس میں جناب بشیر مرزا صاحب، جناب آفتاب احمد خان صاحب، جناب راجہ علی اکبر صاحب، جناب عبدالقادر صاحب، جناب الحاج محمد مرتضیٰ صاحب، جناب تجمل صاحب اور جناب محمد یعقوب صاحب (موجودہ شیخ سلسلہ) نے شرکت کی اور متفقہ طور پر قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کا بطور شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ انتخاب کر لیا گیا۔

قبلہ محمد صدیق ڈار ایئر فورس سے ریٹائرمنٹ کے بعد قصبہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ میں قیام پذیر تھے اور ریٹائرمنٹ کے بعد خلیفہ رسول اللہ ﷺ جناب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نسبت سے کپڑے کا کاروبار شروع کیا۔

1991 میں شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ بننے کے بعد آپ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تنظیم نو کا آغاز کیا۔ بکھرے ہوئے توحیدی بھائیوں کو تسبیح کے دانوں کی طرح ایک لڑی میں پرو دیا۔ آپؒ نے شیخ سلسلہ بننے کے بعد گوجرانوالہ کو اپنی تبلیغ کا مرکز بنایا اور آپؒ گوجرانوالہ کے بہت ہی پیارے بھائی شیخ محمد اکرم صاحب کے آفس **"مسکین لنگی ہاوس"** اور بعد ازاں شیخ صاحب کی

فیکٹری میں ہر بدھ والے دن تشریف لے جاتے تھے اور گوجرانوالہ اور قرب و جوار کے حلقہ جات سے بھائی آپؒ سے فیض یاب ہونے کے لیے تشریف لاتے تھے۔

شیخ سلسلہ بننے کے بعد آپؒ نے پورے پاکستان میں مقیم توحیدی بھائیوں سے خود رابطے کیے اور ان کو سلسلہ توحیدیہ کے دھارے میں شامل کیا۔ یوں آپؒ کی انتھک کاوشوں سے رکا ہوا، تھما ہوا کارواں پھر سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا۔

آپؒ کی قیادت میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سالانہ اجتماع 1993 میں گوجرانوالہ میں منعقد ہوا جس میں آپؒ نے اپنا سالانہ خطبہ بھی ارشاد فرمایا۔

نوکھر میں قیام کے دوران آپؒ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے دوسرے بھائیوں کو شیخ سلسلہ کی سرگرمیوں سے باخبر رکھنے اور رابطے کو مضبوط کرنے کے لیے ماہانہ دو اوراق پر مشتمل پمفلٹ ''**عکس ایام**'' کے نام سے تمام حلقوں کو ارسال کیا کرتے تھے۔ جس میں شیخ سلسلہ کے مختلف حلقوں کے دورہ جات اور توحیدی بھائیوں کی ''کاشانہ توحیدیہ'' آمد اور شیخ سلسلہ سے ملاقات کرنے والے بھائیوں کا تذکرہ ہوتا تھا۔ اور اگر شیخ سلسلہ کی طرف سے کوئی اہم اعلان یا نوٹس دینا مقصود ہوتا تو وہ بھی اس میں درج کر دیا جاتا تھا۔

مرکز کے بغیر کوئی بھی جماعت آگے نہیں بڑھ سکتی اور نہ ہی اپنے مقاصد حاصل کر سکتی ہے۔ 1991 میں شیخ سلسلہ بننے کے بعد ہی آپؒ نے اس کی اشد ضرورت محسوس کی اور اللہ کے فضل و کرم اور قبلہ ڈارؒ کی انتھک کوشش اور توحیدی بھائیوں کے ایثار و قربانی کی بدولت یہ نہایت ہی مختصر سی جماعت اپنے لیے ''مرکز'' حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

1996 میں ''**مرکز تعمیر ملت**'' کے لیے گوجرانوالہ کینٹ کے قریب ''وحید کالونی'' میں جگہ خریدی گئی اور تعمیر کا آغاز ہو گیا۔ مرکز تعمیر ملت کا سنگ بنیاد آپؒ نے اپنے دست مبارک سے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے رکھا۔ اس تقریب میں گوجرانوالہ، گکھڑ اور حلقہ ڈسکہ کے توحیدی بھائیوں نے شرکت کی۔

مرکز کی تعمیر میں شیخ برادران جناب شیخ محمد اسلم اور جناب شیخ محمد اکرم نے بہت ایثار وقربانی کا ثبوت دیا اور اللہ کے اس کام میں نہ صرف اپنا قیمتی وقت صرف کیا بلکہ مالی امداد میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مرکز تعمیر ملت کی تعمیر میں شیخ برادران کی خدمات نا قابل فراموش ہیں۔

مرکز کی تعمیر کے بعد 1997 میں قبلہ محمد صدیق ڈارؒ اپنے آبائی گاؤں کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ کر اپنی زوجہ محترمہ (جنہیں سب توحیدی بھائی ماں جی کہتے ہیں) کے ساتھ مرکز تشریف لے آئے اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ کو مزید منظم کرنے اور سلسلہ کی تعلیم وترویج کے لیے دن رات ایک کر دیا۔ بانی سلسلہ کی تعلیمات ہر طرف پھیلنے لگیں۔ بہت سے نئے حلقوں کا قیام عمل میں آیا۔

بانی سلسلہ قبلہ انصاریؒ کی خواہش تھی کہ ہمارا ایک رسالہ بھی ہو جس کے ذریعے ہم اپنی تعلیم کو پڑھے لکھے لوگوں تک پہنچا سکیں۔ قبلہ انصاری صاحبؒ کی اس خواہش کی تکمیل کے لیے قبلہ ڈار صاحبؒ نے رسالہ "**فلاح آدمیت**" کے نام سے شروع کیا۔ یہ رسالہ اپنے آغاز سے لے کر تا حال سلسلے کی تعلیم کو بھرپور اور موثر طریقے سے دوسرے لوگوں تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے اور الحمدللہ ہمارے اس شمارے کو ملک کے دانشور اور پڑھے لکھے لوگوں کے حلقے میں پذیرائی ملی ہے کہ اس میں فرقہ واریت سے پاک قرآنی تعلیم کے مطابق اخلاق سنوارنے اور کردار بنانے کی بات کی جاتی ہے۔

مجلّہ فلاح آدمیت کے لیے ہر ماہ قبلہ ڈار صاحبؒ مضمون لکھا کرتے تھے بعض شماروں میں تو آپ کے دو، دو مضامین بھی شائع ہوتے تھے۔ آپؒ کے مضامین سے قرآن وسنت کی تعلیمات جھلکتی تھیں۔ آپؒ اپنے مضامین میں اور بھائیوں سے گفتگو میں بھی قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کے کثرت سے حوالہ جات دیتے اور اقبالؒ کے اشعار آپؒ کی گفتگو اور اسلوب کو اور بھی حسن عطا کرتے تھے۔

بابا جان قبلہ ڈار صاحبؒ ہر سال نومبر میں تمام حلقہ جات کے دورے فرماتے تھے اور یہ سلسلہ آپؒ کے وصال تک جاری رہا۔ آپؒ کے دوروں سے جہاں انتظامی لحاظ سے تمام حلقے

مضبوط ہوتے تو دوسری طرف حلقوں کی قوتِ عمل اور روحانیت میں بھی ایک نئی تحریک پیدا ہوتی۔ آپؒ کی صحبت سے ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوتا اور قوتِ عمل تیز تر ہو جاتی۔

مرکزِ تعمیرِ ملت میں آپ تقریباً صبح آٹھ بجے باہر برآمدے میں تشریف فرما ہوتے اور ظہر کی نماز تک وہاں بیٹھتے اور پھر عصر سے نمازِ مغرب تک تشریف رکھتے تھے۔ برآمدے میں آپؒ کے لیے کرسی اور میز رکھا گیا تھا اور اس پر آپؒ کی ضرورت کی اشیا پڑی ہوتی تھیں۔ آپ کے ارد گرد اور کرسیاں رکھی ہوتی تھیں جس پر آنے والے توحیدی بھائی بیٹھتے تھے۔ اس کو بابا جان نے اپنے "**دفتر**" کا نام دے رکھا تھا۔

اپنے دفتر میں بیٹھ کر قبلہ ڈار صاحبؒ مرکز آنے والے توحیدی بھائیوں سے ملاقات، توحیدی بھائیوں کے خطوط کے جوابات اور مطالعہ کتب فرمایا کرتے تھے۔ آپؒ اپنے دفتر میں کسی نہ کسی کام میں مشغول رہتے تھے۔ کیونکہ قرآن کی تعلیمات ہمیں ہر وقت عمل کی طرف راغب کرتی ہیں اور قبلہ بابا جان ڈار صاحبؒ اسکی مجسم تصویر تھے۔ ایک بار آپ نے عمل کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے اپنی مثال دی اور فرمایا "مجھے آپ میرے آفس میں فارغ بیٹھا نہیں دیکھیں گے۔ مجھے آپ کسی نہ کسی کام میں مصروف پائیں گے"۔

مرکزِ تعمیرِ ملت پر ہر انگریزی مہینے کے پہلے اتوار لوکل حلقہ جات کوجرانوالہ، گکھڑ، نوکھر، نوشہرہ ورکاں اور ڈسکہ وغیرہ سے توحیدی بھائی آپ سے ملاقات کے لیے تشریف لاتے تھے اور آپؒ توحیدی بھائیوں میں جلوہ افروز ہوتے تو محفل پر کیف اور مسرور ہو جاتی اور توحیدی بھائی آپ سے ملاقات میں اپنا دامن روحانیت اور فیض سے بھر کر لے جاتے۔

مرکزِ تعمیرِ ملت جو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا روحانی Head office ہے اس سے آپؒ کو حد درجہ لگاؤ اور محبت تھی۔ قصبہ نوکھر سے مرکزِ تعمیرِ ملت shift ہونے سے لے کر وصال تک آپؒ مرکزِ تعمیرِ ملت پر ہی مقیم رہے۔ کہیں بہت ضروری آنا جانا ہوتا تو تشریف لے جاتے ورنہ نہیں۔

یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا کہ جون 2013 میں آپ کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی۔

گوجرانوالہ کے C. M H. میں آپ کو داخل کرایا گیا اور بعد ازاں آپؒ کے چھوٹے صاحبزادے بریگیڈئر حامد محمود صاحب آپ کو راولپنڈی لے گئے جہاں چند دن آپؒ c m h میں داخل رہے۔ علاج کے دوران بھی اگر آپؒ کو تھوڑا سا بھی افاقہ ہوتا تو آپؒ اپنے صاحبزادے سے مرکز جانے کے لیے اصرار کرتے۔ جب چند دن کے علاج سے آپ کی طبیعت سنبھلی تو آپ مرکز تعمیر ملت تشریف لے آئے۔ 6 جولائی کی رات آپؒ کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی۔ آپؒ کو گوجرانوالہ کے C.M.H لے جایا گیا لیکن آپؒ کا اپنے خالق حقیقی سے ملنے کا وقت آ گیا تھا۔ آپ اسی رات تقریباً ۲ بجے تمام توحیدی بھائیوں اور اپنے خاندان کو سوگوار چھوڑ کر اپنے محبوب اور خالق و مالک کے پاس چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ آپؒ کے درجات بلند فرمائے، آپؒ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور اپنے نہایت ہی مقرب بندوں میں شامل فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپؒ کی سلسلہ توحیدیہ کے لیے کی گئی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرماتے ہوئے اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے اور آپؒ کی خواہش و کوشش کے مطابق سلسلہ توحیدیہ کو اسلام کی نشاطِ ثانیہ کا ذریعہ بنائے۔ آمین

جانشین کا اعلان

بانی سلسلہ قبلہ انصاری صاحبؒ نے طریقت توحیدیہ میں شیخ سلسلہ کے فرائض میں لکھا ہے کہ شیخ سلسلہ کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے جانشین اور نئے شیخ سلسلہ کا اعلان کردے بابا جان قبلہ ڈار صاحبؒ نے اپنے اس اہم فرض کو بھی بڑی خوبی سے نبھایا اور اپنے وصال سے چند سال پہلے لاہور حلقہ کے بزرگ بھائی جناب محمد یعقوب توحیدی کو اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر فرمایا۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ بابا جان کے خلیفہ اور نئے شیخ سلسلہ قبلہ جناب محمد یعقوب توحیدی مدظلہ کی قیادت میں مخلوق خدا کا رشتہ خالق سے مضبوط تر کرنے اور سالکان راہ خدا کی تشنگی مٹانے میں مصروف عمل ہے۔

دوستی کے تقاضے

(پیر خان توحیدی)

وہ شخص انتہائی خوش نصیب ہے جس کو اس کے دوست احباب عزیز رکھتے ہوں اور وہ اپنے دوست احباب کو عزیز رکھتا ہو اور وہ شخص انتہائی محروم ہے جس سے لوگ بے زار رہتے ہوں اور وہ لوگوں سے دور بھاگتا ہو۔ مفلس وہ نہیں ہے جس کے پاس مال و دولت نہ ہو بلکہ حقیقت میں سب سے بڑا مفلس وہ ہے جس کا کوئی دوست نہیں۔ دوست کی زندگی زینت سفر حیات کا سہارا اور خدا کا انعام ہے اس لیے دوست بنایئے اور دوست بنئے۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے :"مومن سراپا الفت اور محبت ہے۔ اور اس آدمی میں سرے سے کوئی خیر و خوبی نہیں ہے جو نہ دوسروں سے محبت کرے اور نہ دوسرے اس سے محبت کریں"

(مشکوٰۃ شریف)۔

قرآن پاک میں (سورۃ التوبہ) ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: ''مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور معاون ہیں''۔

دوستوں کے ساتھ مل جل کر میل محبت کی زندگی گزاریے اور مخلصانہ تعلقات قائم کرنے اور قائم رکھنے کی کوشش کیجیے۔ دوستوں سے نفرت ، بیزاری کی روش چھوڑ یئے۔ آدمی جب دوستوں میں مل جل کر رہتا ہے اور ہر معاملہ میں ان کا شریک بنتا ہے تو اس کے نتیجہ میں بعض اوقات اس کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچتی ہیں، اس کے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے، اس کے وقار کو صدمہ پہنچتا ہے، اس کے آرام میں خلل پڑتا ہے اور اس کے معمولات متاثر ہوتے ہیں، کبھی اس کی خواہش اور رجحان کے خلاف کچھ باتیں سامنے آتی ہیں۔ کبھی اس پر صبر و برداشت کی آزمائش

ہوتی ہے اور کبھی اس کو نقصان پہنچتا ہے۔غرض مختلف قسم کی تکلیفیں اور اذیتیں اس کا راستہ روکتی ہیں۔لیکن جب یہ شخص ان اذیتوں اور تکلیفوں کو صبر کے ساتھ برداشت کرتا ہے تو اس میں تحمل، بردباری، ایثار، شفقت اور ہمدردی، غمگساری، مروت، خیر خواہی، خلوص و محبت، سخاوت اور شجاعت کے اعلیٰ ترین جذبات پیدا ہوتے ہیں اور وہ انسانی معاشرہ کے لیے سراپا خیر و برکت بن جاتا ہے اور ہر دل میں اس کے لیے قدر و منزلت اور عظمت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور ہر انسان اس کے وجود کو اپنے حق میں رحمت کا سایہ سمجھتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو مسلمان لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے وہ کہیں بہتر ہے اس شخص سے جو لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر برداشتہ خاطر ہو جاتا ہے'' **(ترمذی)**

ہمیشہ نیک اور صالح لوگوں سے دوستی کیجیے اور دوستی کے انتخاب میں اس بات کا خیال رکھیے کہ جن لوگوں سے آپ قلبی تعلق بڑھا رہے ہیں وہ دین اور اخلاق کے پہلو سے آپ کے لیے کس قدر مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔کیونکہ:

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالع ترا طالع کند

اچھوں کی صحبت آپ کو اچھا کرتی ہے اور بروں کی صحبت آپ کو برا کرتی ہے۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لیے ہر آدمی کو سوچ لینا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔دوست کے دین پر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جب وہ دوست کی صحبت میں بیٹھے گا تو وہی جذبات، خیالات اور وہی ذوق و رجحان اس میں بھی پیدا ہوں گے جو اس کے دوست میں ہیں۔اس لیے آدمی کو دوست کے انتخابات میں انتہائی غور و فکر سے کام لینا چاہیے اور قلبی لگاؤ اس سے بڑھانا چاہیے جس کا ذوق، رجحان افکار و خیالات دین اور ایمان کے تقاضوں کے مطابق ہوں۔نبی کریم ﷺ نے تاکید فرمائی کہ مومن ہی سے رشتہ محبت استوار کرو اور اسی سے اپنا کھانا پیا رکھو۔

اچھے اور برے دوست کی مثال مشک بیچنے والے عطار اور بھٹی دھونکنے والے لوہار کی طرح ہے۔عطار کی دکان سے اگر مشک نہ بھی خریدو پھر بھی مشک کی خوشبو لازمی ملے گی جبکہ لوہار کی دکان سے کپڑے جلنے سے بچا بھی لو گے تو دھوئیں سے کالے ضرور ہونگے۔

دوستوں سے صرف خدا کے لیے محبت کیجیے۔اللہ کے محبوب بندے وہی ہیں جو اللہ کے دین کی بنیاد پر باہم جڑے ہیں اور کندھے سے کندھا اور دل سے دل ملا کر اس طرح اللہ کے دین کی اقامت اور حفاظت کا فریضہ انجام دیتے ہیں کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:"قیامت کے روز اللہ فرمائے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو صرف میرے لیے ایک دوسرے سے محبت کیا کرتے تھے آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں"

(مسلم)

قیامت کے دن ایسے لوگوں کو جن کو قابل رشک شان و شوکت حاصل ہوگی، اس کا ذکر کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے سعادت مند ہوں گے جو نبی اور شہید تو نہیں ہوں گے، لیکن اللہ ان کو ایسے مرتبوں پر سرفراز فرمائے گا کہ انبیاء اور شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔صحابہ نے عرض کی یہ کون خوش نصیب ہونگے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہونگے جو آپس میں ایک دوسرے سے محض اللہ کے دین کی بنیاد پر محبت کرتے تھے۔ یہ آپس میں رشتہ دار تھے نہ ہی کسی مالی لین دین کا تعلق تھا۔ان کے چہرے جگمگاتے ہونگے اور وہ سراپا نور ہوں گے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اللہ کا ارشاد ہے کہ مجھ پر واجب ہے کہ میں ان لوگوں سے محبت کروں جو میری خاطر آپس میں محبت اور دوستی کرتے ہیں اور میرا ذکر کرنے کے لیے ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھتے ہیں اور میری محبت کے سبب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔ **(احمد ترمذی)**

نبی کریم ﷺ دوستوں کی ملاقات کا ایمان افروز نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک

شخص اپنے دوست سے جو کسی دوسری بستی میں رہتا تھا ملاقات کے لیے چلا۔ اللہ نے اس راستہ میں ایک فرشتہ بٹھا دیا۔ فرشتے نے اس شخص سے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ جواب دیا اس گاؤں میں اپنے بھائی سے ملنے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا کیا تمہارا اس پر کوئی حق ہے جو وصول کرنے جا رہے ہو؟ جواب دیا نہیں، بس اس غرض سے اس کے پاس جا رہا ہوں کہ میں اس سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ فرشتہ بولا! لوسنو! مجھے اللہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور بشارت دی ہے کہ اللہ بھی تجھ سے ایسی ہی محبت رکھتا ہے جیسی تو اس کی خاطر اپنے دوست سے رکھتا ہے۔(**مسلم**)

دوستوں پر اعتماد کیجیے ان کے درمیان ہشاش بشاش رہیے۔ دوستوں کے ساتھ بے تکلف، خوش مزاج ہم نشین اور خوش طبع رفیق بنیے۔ بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے بھی اپنے سالانہ خطبات، نجی محفلوں اور خطوط میں بڑی تاکید فرمائی ہے کہ تمام پیر بھائی آپس میں محض اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کریں۔ یہ ہماری خوش قسمتی اور اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے بندے خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے منسلک کیا ہے اور بیعت ہونے کے شرف سے نوازا ہے۔ انصاری صاحبؒ ایک خلیق اور انتہائی درجے کے شفیق بزرگ تھے جس کا ثبوت بزرگ پیر بھائیوں کا احساس تھا کہ خواجہ صاحب صرف اسی کے ساتھ سب سے زیادہ محبت کرتے تھے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ انصاری صاحبؒ کی اپنے خالق کے ساتھ عشق کی انتہا کو پہنچی ہوئی محبت تھی جس کی وجہ سے وہ اپنے خالق کی مخلوق سے بھی انتہائی محبت اور پیار کرتے تھے مخلوق خدا کے علاوہ اپنے مریدوں سے خواجہ صاحب کی محبت محض اللہ واسطے تھی کیونکہ وہ ان سے قرب و عرفان الٰہی حاصل کرنے کے لیے بیعت ہوئے تھے۔

دوستوں کے ساتھ وفاداری اور خیر خواہی کا سلوک کیجیے۔ دوست کے ساتھ سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کو اخلاقی اعتبار سے زیادہ سے زیادہ اونچا اٹھانے کی کوشش کریں اور اس کی دنیا بنانے سے زیادہ اس کی آخرت بنانے کی کوشش کریں۔ خیر خواہی کا اصل معیار یہ ہے

کہ آپ اپنے دوست کے لیے بھی وہی پسند کریں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے''۔

دوستوں کے دکھ درد میں شریک رہیے اور اسی طرح ان کی خوشیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے۔ ان کے غم دور کرنے کی کوشش کیجیے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر دوست اپنے مخلصین سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ مصیبت میں اس کا ساتھ دیں اور خوشیوں میں اضافہ کریں۔ اگر کسی بات پر کبھی اختلاف ہو جائے تو فوراً صلح صفائی کر لیجیے اور ہمیشہ معافی طلب کرنے اور اپنے قصور کا اعتراف کرنے میں پیش قدمی کیجیے۔ دوستوں کی جانب سے اگر کوئی بات طبیعت اور ذوق کے خلاف بھی ہو جائے تو اپنی زبان پر قابو رکھیے اور جواب میں کبھی سخت کلامی اور بدزبانی نہ کیجیے بلکہ حکمت عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بات کو ٹال دینے کی کوشش کیجیے۔

ہمیشہ فراغ دلی، عاجزی اور انکساری کے ساتھ دوستوں کو یہ موقع دیجیے کہ وہ آپ کے داغ دھبوں کو آپ پر نمایاں کر کے آپ کی اصلاح کریں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو بغض و عناد اور کدورتوں سے پاک کر کے خلوص و محبت سے جوڑ دے اور ہمارے تعلقات کو باہمی اتحاد اور الفت سے خوش گوار بنا دے۔ آمین

زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ (قند مکرر)

(محمد موسیٰ بھٹو)

دنیا میں پیدا ہونے والا ہر انسان ایک بہت بڑے خطرے سے دوچار ہے۔ چاہے اسے اس کا شعور ہو یا نہ ہو، خطرہ یہ ہے کہ وہ اپنی شخصیت (جو پیچ در پیچ نفسانی و نفسیاتی روکوں سے عبارت ہے) کو فنا کر کے اپنے آپ کو خدا کی اطاعت و رضا مندی میں دے دینے کے لئے تیار ہے یا اپنی شخصیت کی خداوندی کو قائم و برقرار رکھنے اور اپنے اندر کے بتوں کو پوجنے پر مصر ہے دراصل اسی روش پر انسان کی دائمی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ہے۔

فرد اور افراد کا ابتدائی مسئلہ داخلی ہے نہ کہ خارجی، داخلی زندگی میں جب حقیقی اخلاقی، روحانی اور باطنی انقلاب آ جاتا ہے تو پھر اس سے معاشرہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ خارجی زندگی یعنی معاشرہ کی تعمیر و تشکیل کا کام افراد کے داخلی انقلاب سے ہی ہوتا ہے۔ فرد اور افراد کے اندر اگر روحانی اضطراب نہ ہو یا برائے نام ہو تو اس طرح کی صورتحال میں معاشرہ کی تبدیلی کا کام منصوبہ بندی اور لمبی چوڑی اسکیموں سے آگے بڑھنے نہیں پاتا۔ اس لئے اگر اپنے ذاتی تزکیے اور معاشرہ میں کام ان دونوں میں سے کسی ایک چیز کے انتخاب کا مسئلہ درپیش ہو تو اس میں ترجیح ذاتی تزکیے کو ہی دینی پڑے گی۔ ذاتی اصلاح اور شخصیت کی ایک حد تک تعمیر اور بنیادی نفسی خرابیوں کی قابل ذکر حد تک درستگی کے بعد معاشرہ میں پائیدار انقلاب کے لئے کام کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے بلکہ فرد یا افراد کے مزید تزکیہ کا بیشتر دارومدار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کام سے ہی وابستہ ہے۔ خدا کا جو بندہ دعوتی کام سے بے نیاز ہو کر شب و روز خلوت میں ذکر و فکر کے ذریعہ ہی اپنے روحانی ارتقاء کے لئے فکرمند رہتا ہے۔

ہوسکتا ہے اسے کامل قلبی سکون حاصل ہولیکن روحانی ارتقاء کے جومراحل اصلاح وتزکیہ کی ضروری مقدار کے بعد دعوتی میدان میں مصروف رہنے والے داعی کو حاصل ہوتے ہیں۔ذکروفکر کی زندگی بسر کرنیوالااس طرح کے روحانی ارتقاسے پوری طرح آشنانہیں ہوپاتا۔

راقم دعوتی اورخارجی زندگی میں تبدیلی وانقلاب کے کام کی پوری اہمیت کے باوجودترتیب دین میں ذاتی تزکیے کوزیادہ اہم اورترجیح میں اولیت کا کام سمجھتا ہے دین کی یہی وہ ترتیب ہے جو بدقسمتی سے اس دور میں زیادہ نظرانداز ہوگئی ہے۔باطنی تبدیلی اوراخلاقی نصب العین اورزاویہ نگاہ کے بغیر معاشرہ کی سطح پردین کا حقیقی اوربنیادی کام ہوہی نہیں سکتا۔اس لئے اسلام تزکیہ نفس، باطنی خرابیوں کی اصلاح اورفکرآخرت کوبنیادی اہمیت دیتا ہے۔اس سلسلہ میں سب سے پہلے قرآن کی چندآیتیں اس کے بعد کچھ حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

افرایت من اتخذ الھه ھواه ''(اے پیغمبر) کیاتونے اس شخص کونہیں دیکھا جس نے نفس کی خواہشوں کوالٰہ بنالیا ہے''

ومن یوق شح نفسه فاولئك ھم المفلحون۔''وہ لوگ کامیاب ہیں جو نفس کے بخل اوراس کی تنگی سے بچے''

وذروا ظاھر الاثم وباطنه ۔ ان الذین یکسبون الاثم سیجزون بما کانوا یقترفون ۔''اور چھوڑدو ظاہری اور باطنی گناہ بے شک وہ لوگ گناہ کمارہے ہیں۔وہ عنقریب بدلہ دیئے جائیں گےاس کا جووہ کرتے رہے ہیں''

ومن ارادا الاخرة وسعی لھا سعیھا وھومومن فاولئك کان سعیھم مشکورا۔''جس نے ارادہ آخرت پیدا کیااوراس کے لئے کوشش کاحق ادا کیااوروہ صاحب ایمان بھی ہےتوایسوں کی کوشش مقبول ہوگی''

یوم لا ینفع مال ولا بنون۔ الا اتی الله بقلب سلیم ۔''اس دن نہ تو مال کام آئے گانہ ہی بیٹےمگر جواللہ کے ہاں قلب سلیم لے کر حاضر ہوگا''

قلب سلیم کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں۔قلب سلیم وہ ہے جو شرک، حسد، بغض، نفرت، کینہ، حرص و طمع، کبر و غرور، حب جاہ و حب مال وغیرہ سے پاک ہو۔ان کے نزدیک قلب کی سلامتی چار چیزوں کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔سب سے پہلی چیز شرک سے حفاظت ہے جو توحید کے خلاف ہے۔دوم خدائی امر کے خلاف جو شہوات و خواہشات ہوں ان سے بچا جائے۔سوم سنت رسول کے خلاف جو بدعات ہیں ان سے پرہیز کیا جائے۔چہارم ایسی چیزوں سے بچا جائے جو ذکر الٰہی سے غافل کر دینے والی ہوں۔اب حب جاہ و خود نمائی اور جذبۂ شہرت کے سلسلہ میں کچھ حدیثیں ملاحظہ ہوں:۔

صحابہ کہتے ہیں ایک بار ہم دجال کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ حضور ﷺ تشریف لائے۔آپؐ نے فرمایا۔میرے نزدیک تمہارے لئے دجال سے بڑھ کر جو خوفناک چیز ہے کیا میں وہ تمہیں نہ بتاؤں۔صحابہؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ ضرور بتایئے۔آپؐ نے فرمایا شرک خفی یعنی جذبۂ شہرت اور ریا۔ایک دوسری روایت میں آپؐ نے فرمایا۔

مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خوف شرکِ اصغر کے بارے میں ہے۔

صحابہؓ نے سوال کیا، شرکِ اصغر کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ریاء۔

ایک اور حدیث میں ہے اپنے آپ کو بزرگ تصور کرنا علم کی بہت بڑی آفت ہے یا آپ ﷺ نے فرمایا۔جو تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ اس کا مرتبہ بلند کر دیتا ہے وہ اپنے آپ کو تو حقیر سمجھتا ہے۔لیکن لوگ اسے عظیم سمجھتے ہیں اور متکبر انسان اپنے آپ کو تو بڑا سمجھتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہ میں وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے بعض ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا وہ کہیں گے ہم نے قرآن پڑھ لیا، ہم سے بڑے قاری اور عالم کون ہوں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا یہ لوگ

مسلمانوں میں سے ہوں گے یہی لوگ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔

نفسی حجابات کو قائم و برقرار رکھتے ہوئے قرآن کے مطالعہ جیسی بابرکت چیز بھی کس طرح موجب عذاب بن جاتی ہے۔اس حدیث میں اس کا انتہائی نمونہ پیش کیا گیا ہے۔اصل میں جن کے دلوں پر خدا کی عظمت وقدرت کا تصور سمایا ہوا ہوتا ہے ان پر تواضع اور فروتنی کی حالت طاری رہتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا

اپنے آپ سے فتویٰ طلب کیا کرو۔نیکی وہ ہے جس سے نفس کو سکون اور قلب کو اطمینان حاصل ہو۔برائی وہ ہے جس سے دل میں کھٹک پیدا ہو، اگر چہ لوگ تجھے فتویٰ دیں (یعنی لوگوں کے فتویٰ پر اعتبار نہ کیا جائے اصل مفتی اندر کا انسان ہے اس سے پوچھ لیا جائے)

یہاں فتویٰ دینے والے جس نفس کا ذکر کیا گیا ہے وہ نفس لوامہ ہے مسلسل گناہ کرنے سے نفس نیکی و بدی کے سلسلہ میں فتویٰ دینے کی صلاحیت سے بڑی حد تک قاصر ہو جاتا ہے۔اس لئے نفس کو بیدار رکھنے اور فتویٰ کے لائق بنائے رکھنے کے لئے گناہوں سے اجتناب ضروری ہے۔

انسان کی ابتلا و آزمائش کے لئے قدرت کی طرف سے اس کے اندر جو گوناگوں اور گہری نفسی خرابیاں رکھی گئی ہیں۔جدید علم نفسیات نے اسے عملاً ثابت کر دیا ہے۔اس سلسلہ میں ماہرین علم نفسیات کہتے ہیں۔

''انسان اگر اپنی روزمرہ سرگرمیوں کا جائزہ لے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کے بیشتر اعمال کا سبب جذبہ خودنمائی اور حب جاہ ہی ہے۔بڑے بڑے فوجی سربراہ اور بہادر انسان جو اپنی جانیں خطرات میں مبتلا رکھتے ہیں۔بڑے بڑے علم کے پیاسے جو علمی مسائل کی تحقیق میں اپنی صحت تک برباد کر دیتے ہیں۔بڑی بڑی پاکباز خواتین جو اپنی عصمت کے تحفظ کے لئے اپنی زندگیوں سے ہاتھ تک دھو دیتی ہیں،ان سب کی تہہ میں اکثر یہ جذبہ کام کر رہا ہوتا ہے کہ دوسروں کی نظر میں

اپنی فضیلت اور برتری ثابت کرکے کس طرح ناموری حاصل کی جائے۔

ناموری اور خودنمائی کے جذبہ کی تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ دوسروں کے ذہن میں اپنے بارے میں اچھا تاثر، خوش اعتقادی اور محبت پیدا کرنے کی کوشش و خواہش ہو۔ اس طرح کے لوگ اپنے عمل سے ایثار، ہمدردی، پاکبازی، خداترسی اور اخلاق حسنہ کا ثبوت دیتے ہیں یا مظاہرہ کرتے ہیں، تاکہ اس سے دوسروں کے دل میں محبت و عقیدت کا جذبہ پیدا ہو۔

جذبہ خودنمائی و حصول جاہ کی دوسری شکل یہ ہے کہ اس مقصد کے لئے علمی کمال حاصل کیا جاتا ہے یا جسمانی صلاحیتوں کو فروغ دیا جاتا ہے تاکہ ان چیزوں کے ذریعہ سے معاشرہ میں عزت و وقار اور توقیر پیدا ہو۔ اس طرح جذبہ عزت و توقیر فروزاں و تسکین پذیر ہوتا ہے۔

اس کی تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو محض حصول نام و نمود کی غرض ہوتی ہے، اس سے بحث نہیں ہوتی کہ نیک نامی حاصل ہوگی یا بدنامی۔ عام طور پر لوگوں کے اندر بیک وقت یہ تینوں خواہشات پائی جاتی ہیں لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے اندر صرف ایک ہی خواہش پائی جاتی ہے۔

انسان کے اندر اپنے عیوب کو مخفی رکھنے اور اپنی خوبیوں کو نمایاں کرنے کا جو مادہ موجود ہے وہ دراصل اسی جذبہ خودنمائی اور حصول جاہ ہی کا نتیجہ ہے۔ جن خاصیتوں کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ نام و نمود، عزت و شہرت یا محبت و عقیدت حاصل ہوگی ان خاصیتوں کو نمایاں رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور جن کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے بے وقعتی اور سبکی حاصل ہوگی انہیں چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کوشش ہوتی ہے کہ اپنی خوبیاں دوسروں کے سامنے اس طرح پیش نہ ہوں کہ نمائش کی جھلک محسوس ہو، ورنہ بات ظاہر ہو جائے گی۔ اس سلسلہ میں یہ احتیاط کی جاتی ہے کہ اپنی تعریف خود نہ کی جائے ورنہ دوسرے لوگ تعریف کرنے میں بخل سے کام لیں گے۔ داد و ستائش اور تعریف ایک عطیہ و انعام ہے جو سوسائٹی افراد کو از خود خوشی سے دیتی ہے جب کوئی شخص خود ہی اپنے آپ کو داد و ستائش کا مستحق قرار دیتا ہے

تو سوسائٹی اسے اپنی توہین تصور کرتی ہے اور سمجھتی ہے کہ فرد نے اسے ایک حق سے محروم کر دیا ہے۔

انسان نے دادطلبی کے لئے مخفی راستے اختیار کر رکھے ہیں اس کی ایک دقیق صورت یہ ہے کہ ایک شخص لوگوں کے سامنے اپنی کمزوریاں خود ہی بیان کرنا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن ایسا کرنے سے اس کا پوشیدہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس کی تردید کرنا شروع کر دیں۔ یا کم از کم اس سے ہمدردی کا اظہار کریں جب تک لوگوں کے سامنے متکلم کی اندرونی نیت ظاہر نہیں ہوتی تب تک وہ اس کی مدح و تعریف کرتے ہیں۔لیکن جونہی انہیں اصل صورتحال کا علم ہو جاتا ہے تو وہ فرد ان کی نگاہوں میں بے وقعت ہو جاتا ہے۔

ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ اگرچہ جذبہ شہرت وانانیت وخودنمائی ہر فرد میں موجود ہوتا ہے لیکن درج ذیل طبقوں میں یہ جذبہ بری طرح موجود ہوتا ہے اور بڑی خطرناک اور خوفناک شکل میں سامنے آتا ہے۔

دولت مند: چونکہ دولت ایسی چیز ہے جس سے دنیاوی لذت و راحت کا ہر مادی سامان خریدا جا سکتا ہے اس لئے دولت مند اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز سمجھنے لگتا ہے۔دولت اس کی نفسیات میں ایک بنیادی روگ پیدا کر دیتی ہے وہ اپنے آپ کو دوسری دنیا کی مخلوق سمجھنے لگتا ہے۔

اقتدار و اختیار: چونکہ حکومت واختیار سے عام لوگوں پر حکم چلانے کا موقعہ ملتا ہے نیز انہیں اپنا محکوم و ماتحت سمجھنے کی نفسیات جنم لیتی ہے۔اسلئے حکمرانی وافسری سے نخوت وتحکمانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

علم و فضل: علم، دانشوری اور خطابت سے اپنی علمی فضیلت اور عظمت کا زعم پیدا ہونے لگتا ہے۔اس لئے عام طور پر یہ چیز بھی نخوت وفرعونیت کا ذریعہ بن جاتی ہے اور عجز و انکساری، حقیقت پسندی اور انسانیت کی عام سطح پر آنے کی راہ میں حجاب اکبر بن جاتی ہے۔

زھد و تقویٰ: چونکہ زاہد عبادت میں ریاضت کو دائمی کامیابی کا ذریعہ سمجھتا ہے جب اسے اپنی اس کامیابی کا مرکز اپنی ذات میں نظر آنے لگتا ہے تو اس سے اپنی بزرگی کا تصور راسخ

ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ وہ دوسروں کے مقابلہ میں اپنی شخصیت کو نمایاں اور ممتاز سمجھتا ہے۔ زہد کا زعم بڑے بڑے عابدوں اور زاہدوں کے اندر تکبر اور بڑائی کی ''**صفت**'' پیدا کر دیتا ہے۔

ان بنیادی روگوں کی نشاندہی کے بعد اب سوال یہ ہے کہ ان کا علاج اور اصلاح کا طریقہ کیا ہے؟ یہ ایک بہت اہم سوال ہے ایسا سوال جس پر افراد کی دائمی فلاح و نجات کا دارومدار ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہاں اس امر کی نشاندہی ضروری ہے کہ وہ افراد جو گناہوں کی آلودگیوں سے قلب سلیم کی ''دولتِ عظمیٰ'' کو بچا لیتے ہیں وہ مربی و مزکی کی صحبت کے بغیر بھی محض اپنی ذاتی کوششوں سے اپنے اندر وہ صلاحیت پیدا کر لیتے ہیں جس سے وہ انا، خودنمائی اور حب جاہ وغیرہ کے امراض سے بڑی حد تک محفوظ ہو جاتے ہیں اور شرح صدر کا مقام حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن عام طور پر یہ نعمت عظمیٰ مربی و مزکی کی زیر نگرانی تربیت اور اس کی مسلسل توجہ اور صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ انسان میں پوشیدہ سرکش حیوانی قوتوں کو مطیع کرنے کے عمل کا تعلق عقل انسانی سے نہیں، عقل و شعور معلومات کا مرکز جہاں سے علم حاصل ہوتا ہے، جبلی قوتوں میں اعتدال پیدا کرنے میں عقل زیادہ معاون ثابت نہیں ہوتی۔ جدید نفسیات یہی کہتی ہے کہ انسانی عمل کی فیصلہ کن قوت شعور نہیں بلکہ لاشعور ہے مزکی و مربی انسان کے شعور کی بجائے تحت الشعور اور لاشعور کو متاثر کرتے ہیں اور اس میں تبدیلی پیدا کرتے ہیں۔

مربیوں اور مزکیوں کی صحبت سے نہ صرف گہرے روحانی اور باطنی امراض کا ادراک حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ صحبت کے ساتھ اگر مجاہدہ بھی ہو تو ان امراض سے گلوخلاصی بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ دین کا کام کرنے والوں کو صحبت کی جتنی ضرورت پہلے تھی آج اس سے کہیں زیادہ ہے۔

نسبت اور لذت آشنائی

(محمد الطاف گوہر)

زندگی کے لمحے نہ گنو بلکہ لمحوں میں زندگی تلاش کرو، کیونکہ یہ تو وہ شمع ہے جو ایک بار جل جائے تو بجھتی نہیں بلکہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ دیے سے دیا جلائے منتقل (Travel) چلی جاتی ہے۔ یہ روشن چراغ اگرچہ تمام دنیا کا اندھیرا دور نہیں کر سکتے مگر اپنے اردگرد اندھیرا ابھی نہیں ہونے دیتے۔ خودی (میں:Self) کا دیا تو نسبت کی لو سے روشن ہوتا ہے۔

پھولوں کو خوشبو کی نسبت نے باقی کر دیا تو کانٹوں کو اذیت کی نسبت نے فانی بنا دیا: جبکہ لمحوں کو زندگی سے نسبت ہوئی تو دو ممکنہ راہوں کے مسافر بنے۔ کچھ نا آشنائی کی راہوں پر چل کر بے نشاں منزل کی راہ میں گم ہو گئے؛ ناہموار؛ سنسان؛ غیر شفاف؛ بے ذائقہ؛ بے رنگ اور اذیتوں سے بھرپور گھاٹیوں کا پانی پیا اور بحر زندگی میں پر کاہ کی مانند بہتے طوفانوں کے تھپیڑے کھاتے کسی انجانے گرداب میں دھنستے اتھاہ گہرائیوں میں غرق ہو کر فناء تک جا پہنچے اور کچھ لمحے شناسائی کی لذت سے سرشار ہو کر محفوظ ہوئے اور اطمینان کی سرسبز شاداب وادیوں کے راہی بنے، جبکہ ہموار، خوش ذائقہ، خوش رنگ، شفاف مسرتوں سے لبریز گھاٹیوں کا پانی پیا اور بحر زندگی سے عافیت و کامیابی کے ساحل تک پہنچ کر باقی ہو گئے۔

کبھی پانی کی نسبت ہواؤں سے ہوئی تو بادل بنے، اور کبھی پانی کی نسبت دریا سے ہوئی تو موج نے جنم لیا، کبھی ہواؤں کی نسبت بادلوں سے ہوئی تو گھٹاؤں نے جنم لیا۔ اگر روشنی کی نسبت خورشید سے ہوئی تو کرنوں نے جنم لیا اور کبھی روشنی کی نسبت ماہتاب سے ہوئی تو چاندنی بن گئی۔ اگر ہواؤں نے صبح سویرے کی نسبت حاصل کی تو نسیم سحر بن گئی۔

نسبت بھی کیا رنگ بکھیرتی ہے، ایک ہی مقام کی مٹی کندن بن کر اگر خیر کی ہمسفر بنتی ہے تو باعث برکت بن جاتی ہے اور اگر شر کی ہم سفر بنتی ہے تو باعث زحمت بنتی ہے۔ اس نسبت کے کیا کہنے جس کے باعث ایک طرف پتھروں کو مقام رحمت بنا دیا تو دوسری طرف مقام ذلت، یہ سب کچھ نسبت کا ہی کمال ہے۔

زندگی کی کٹھن راہوں پر اور بھول بھلیوں میں اگر نسبت کا عمل دخل نہ ہو تو منزل کس طرح معلوم ہوگی؟ یہ بات تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی بندوں کی زبان سے بیان کی ہے:

''تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا اور ان لوگوں کا راستہ نہ دکھا جن پر تیرا غضب ہو، اور نہ ہی گمراہوں کا راستہ۔'' (الفاتحہ)

یعنی اللہ کے انعام یافتہ بندوں کا راستہ اگر ہمیں مل جائے تو منزل مل جاتی ہے ورنہ گمراہی اور یہ نسبت کا ہی کمال ہے کہ راہی منزل پا تا ہے۔ جبکہ بندہ کی اپنے ربّ سے نسبت کلمہ کے باعث ہے۔

لاؕ کہ ہر شے کی نفی اور ہر نسبت سے ناطہ توڑا یہ پہلا مقام، اور پھر اللہ سے نسبت جوڑی کہ وہی معبود برحق ہے یہ دوسرا مقام، اور اللہ سے نسبت جوڑنے کے اگلا مقام ....

دیدۂ دل واء کیجئے کہ مقام آگہی ہے اور کہیں بے خبری میں گزر نہ ہو جائے۔!!!

خیر یعنی اللہ کے انعام یافتہ بندوں کی نسبت کا مقام بھی عجب ہے۔

اگر کتے کی نسبت خیر سے ہو تو جنت کا باسی بنتا ہے۔!

پہاڑوں کی نسبت خیر سے ہو جائے تو کبھی صفا و مروہ اور کبھی کوہ طور بن جاتے ہیں!

جن راہوں کی نسبت خیر سے ہو جائے تو وہ راہیں طواف بن جاتی ہیں!

مگر ایک اور نسبت بھی ہے کہ قلم میں اس کو بیان کرنے کی سکت نہیں۔ ان الفاظ کے موتیوں کو تحریر کی لڑیوں میں پرونے سے قبل گھنٹوں رقت طاری رہی اور پھر جا کر ہمت پیدا ہوئی:

اگر لفظوں کی نسبت کالی کملی والے ﷺ سے ہوئی تو وہ قرآن بن گئے!

اگر خطۂ زمین کی نسبت آپ ﷺ سے ہوئی تو وہ مکہ اور مدینہ بن گئی۔

وہ مقام جو کالی کملی والے ﷺ کو پسند آجائے تو مقام مسجود یعنی قبلہ بن جاتا ہے!

اور وہ بے ادب، جس کی آواز آپ ﷺ کو ناگوار گزرے، تو اس کا ایمان بھی غارت و برباد ہو جاتا ہے کہ اس کو پتہ بھی نہیں چلتا! (سورۃ الحجرات 2)

نسبت سرکار ﷺ میسر ہو تو نہاں خانۂ دل بھی منور ہو جاتا ہے، نسبت ہی دین ہے، نسبت نہیں تو دین بھی نہیں، نسبت کے بغیر تو نماز، نماز نہیں بنتی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم آتا ہے کہ 'اقیموا الصلوٰۃ' 'نماز پڑھو! اپنی عربی دانی پر نازاں فصحائے عرب متحیر کھڑے ہیں حکم صلوٰۃ کیسے بجا لائیں! نہ طریقِ صلوٰۃ بتایا گیا اور نہ ہی تعدادِ رکعت بتائی گئیں، فصاحت و بلاغت دیارِ یار کی طرف دیکھ رہی ہیں اور زبانِ حال سے کہہ رہی ہیں، نسبتِ محبوب کے بغیر فرض کی بجا آوری کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟ سکوتِ محض میں بالآخر ایک نحیف آواز مرتعش ہوتی ہے، فصاحت و بلاغت سوالی بن کر مفہوم لغت جاننا چاہتی ہے، سوال ہوتا ہے۔ یا رسول اللہ! آقا ﷺ ہم نماز کیسے پڑھیں؟ پورا قرآن خاموش ہے، الحمد سے والناس تک کہیں بھی ادائیگی کا طریقہ بیان نہیں کیا گیا۔ جواب آتا ہے: ''صلوا کما رایتمونی اصلی '' مجھے دیکھو جس طرح میں پڑھتا ہوں، ویسے ویسے تم بھی پڑھ لو۔''

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام

میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

یعنی میری اداؤں کی ترتیب کو یاد کر لو، جس طرح میں کرتا ہوں، ویسے کرتے چلے جاؤ، تمہاری نماز بن جائے، لہٰذا نسبت محبوب کے بغیر نماز نماز ہی نہیں ہے، نماز تو محبوب کی اداؤں کا نام ہے، جس محبوب کی ادائیں ربّ کی عبادت بن جائیں، اس محبوب کے خیال سے ربّ کی عبادت میں خلل کیونکر پڑ سکتا ہے؟ کسی عاشق سے پوچھو کہ یہ ماجرا کیا ہے تو جواب ملتا ہے کہ یہی نسبت ہے:

مجھے کیا خبر تھی رکوع کی ، مجھے ہوش کب تھا سجود کا
تیرے نقشِ پا کی تلاش تھی کہ میں جھک رہا تھا نماز میں

نسبت کا مقام جاننا چاہتے ہو تو ذرا مناسک حج کی طرف بھی دیکھو، دورانِ حج کیا جانے والا ہر عمل کسی نہ کسی کی یاد کو زندہ رکھنے کی سعی ہے، ذرا صفا و مروہ کو دیکھو جن کے بارے میں ارشاد ہو: " اِنَّ الصفا والمروۃ مِن شعائر اللّٰہ"

"بے شک صفا و مروہ میری نشانیاں ہیں۔"

میری نشانیاں! مگر کیسے؟ باری تعالیٰ! کیا کبھی تو ان پر اُترا، کیا کبھی ان پر چلا؟ چڑھنا، اترنا یمین و یسار تو مخلوق کیلئے ہیں؛ اللہ تعالیٰ تو وراء الوراء ہے پھر یہ صفا و مروہ تیری نشانیاں کیونکر اور کیسے؟ جواب آیا میرے بندے! یہی تو سمجھانا چاہتا ہوں کہ میں ان علائق بشریہ سے پاک ہوں مگر جہاں میرے محبوبوں کے قدم لگ جائیں، اس جگہ کو میں اپنی نشانیاں بنا دیتا ہوں۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ: والبدن جعلنا ھالکم من شعائر اللّٰہ؛

"قربانی کے جانور جو تم اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہو، اس نسبت کی وجہ سے وہ بھی اللہ کی نشانیاں بن جاتے ہیں۔" یہاں پر تو کرم کی انتہا ہے کہ اگر جانور محبوب سے منسوب ہو جائیں تو اللہ کی نشانیاں بن جاتے ہیں تو پھر کیا خیال ہے ان بندوں کے بارے میں کہ جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آجاتا ہے؟

حج کی تیاری کی ،تو خاص لباس کا حکم آگیا کہ اَن سِلا لباس پہنو؟ آخر کیوں؟ سلے ہوئے کپڑے میں زیادہ حفاظت ہے،تو اَن سِلا کیوں؟ جواب آیا کہ یہ میرے ابراھیمؑ کی سنت ہے، اس کی نسبت کو نبھاؤ، آپ نے احرام باندھ لیا پھر کہا کہ خبردار! "اضطباع" بھی کرنا، یعنی دایاں کندھا ننگا رکھنا، باری تعالیٰ میں تو بڑا امیر ہوں، مکمل جسم ڈھانپنے کیلئے کپڑا خرید سکتا ہوں ،پھر کندھا کیوں ننگا کروں؟ جواب آتا ہے طواف کرتے ہوئے میرے ابراہیم کا کندھا بھی ننگا تھا بس نسبت خلیل کو زندہ کرو۔ جناب طواف کرتے ہوئے پہلے تین چکر اکڑ کر، شانے ہلا ہلا کر

تیزی کے ساتھ چلا جاتا ہے، اسے "رمل" کہتے ہیں۔ جناب اکڑ کر چل رہے ہو اور وہ بھی خدا کے گھر میں؟ آخر کیوں؟ اسی خدا کا حکم ہے کہ "ولا تمش فی الارض مرحا" کہ زمین میں اکڑ کر مت چلو۔" یہ کیا ہے کہ خدا کو منانے کیلئے آنے والے آج اسی کے گھر میں، میزاب رحمت کے نیچے، حطیم کے ارد گرد اکڑ کر چل رہے ہیں۔ آخر وجہ کیا ہے؟ جواب آتا ہے۔ ذرا میرے حبیب ﷺ کا فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ میں داخلہ تو دیکھو، جب کل کفار و مشرکین ارد گرد کھڑے ہو کر جانثار صحابہ کرام کو دیکھ رہے تھے تو آقا ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ! طواف کرتے ہوئے تین چکر اکڑ کر چلو تا کہ کفار کے دلوں پر تمہارا رعب و دبدبہ طاری ہو جائے، اپنے محبوب ﷺ کا وہ فرمان اور ادا رب تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ اب اکڑ کر چلنا حج کا حصہ بن گیا، آج بھی وہ نسبت یار زندہ ہو رہی ہے۔ ذرا آگے چلے پھر حکم آ گیا کہ حجر اسود کو بوسہ دو، حجر اسود کو بوسہ؟ مگر کیوں؟ میں ایسا کیوں کروں! جواب آیا، یہ نسبت والا پتھر ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے بھی کہا تھا کہ اے حجر اسود! میں جانتا ہوں کہ تو محض ایک پتھر ہے، نہ مجھے نفع دے سکتا ہے اور نہ ہی نقصان، میں تمہیں ہرگز نہ چومتا، مگر پھر بھی چوم رہا ہوں صرف اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تمہیں چومتے ہوئے دیکھا تھا، پھر آپ نے بوسہ لیا۔

اس کائنات کی نسبت ایک آواز سے ہے، جس سے ہم آواز ہو کر اس کائنات کا ذرہ ذرہ ارتعاش (Vibration) میں ہے، اور ایک محبت، نسبت کی طاقت ہے جو سب کو باندھے ہوئے ہے، آیئے! اس آواز سے ہم آواز ہو کر اس نسبت لاثانی سے ہمکنار ہو جائیں اور اس کائنات کی آواز کو سمجھیں اور اس محبت میں غرق ہو کر لذت لاثانی سے سرشار ہو جائیں۔

فہم حدیث

(پیر خان توحیدی)

حضرت ابو ثعلبہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لے گئے اور دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ ﷺ کو یہ طریقہ پسند تھا کہ سفر سے واپس آئیں تو مسجد جا کر دو رکعتیں پڑھیں اس کے بعد حضرت فاطمہؓ سے ملنے جاتے۔ پھر ازواج مطہرات کے پاس چلے جاتے۔ چنانچہ اس سفر سے بھی واپس آ کر مسجد کے بعد حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے گھر کے دروازے پر آپ ﷺ کا استقبال کیا۔ آپ ﷺ کے چہرہ انور کے بوسے دینے کے بعد رونے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اس لیے رو رہی ہوں کہ مشقت اٹھانے کے سبب آپ ﷺ کی رنگت بدل گئی ہے اور آپ ﷺ کے کپڑے بوسیدہ ہو گئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہؓ اللہ تعالیٰ نے تیرے والد کو ایسا دین دے کر بھیجا ہے کہ زمین پر کوئی مٹی کا گھر باقی رہے گا اور نہ خیمہ مگر اللہ تعالیٰ اس میں عزت داخل کرے گا یا ذلت (ایمان والوں کے لیے عزت اور کافروں کے لیے ذلت) یہاں تک کہ یہ عزت اور ذلت وہاں تک پہنچ جائے گی، جہاں دن اور رات پہنچتے ہیں۔ اس لیے کامیابی ہمارے لیے ہے۔ پوری دنیا میں اسلام کے لیے عزت اور کفر کے لیے ذلت ہے۔ جب نتیجہ بہتر ہے تو مشقت اور تکالیف کا احساس نہیں ہونا چاہیے **(کنزالاعمال)**

اسلام کی دعوت دینے کے لیے پوری قوت صرف کر دینی چاہیے اس کام کے لیے دن رات ایک کر دینا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے لیے دن رات ایک کیا، دعوت بھی دی اور قتال بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء نے دین کی سربلندی کے لیے جان کی بازی لگا دی۔ حضرت نوحؑ

نے 1400 سال عمر پائی اوردن رات ایک کیا۔سورہ نوح میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کررہے ہیں کہ اے میرے رب میں نے دن رات ان کودعوت دی لیکن میری دعوت کے نتیجے میں یہ لوگ راہ راست سے اور بھی دور ہوتے چلے گئے۔جب بھی میں انہیں دعوت دیتا یہ اپنے چہروں کو کپڑوں سے ڈھانپ لیتے اور کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے اور کفر پر اصرار کرتے،اور انتہائی تکبر اور غرور کا برتاؤ کرتے۔چنانچہ حضرت نوحؑ نے ان پر عذاب کے لیے دعا کی۔جس کے نتیجے میں روئے زمین کو ان سے پاک کردیا گیا۔اس طرح زمین اسلام کے لیے ہموار ہوگئی۔اور اسلام غالب ہوگیا۔اس کے بعد پھر کفر وجود میں آیا تو پھر انبیاء کو مبعوث کیا گیا اور اس وقت سے یہ سلسلہ جاری ہے۔اس کا آخری مرحلہ وہ ہے جس کی پیش گوئی نبی ﷺ نے فرمائی۔اب یہ کام ہمیں کرنا ہے تا کہ یہ دین غالب ہوجائے۔اور نبی ﷺ کی پیش گوئی کا دنیا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلے۔

محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ سے روایت ہے کہ خالد بن سعیدؓ اپنے بھائیوں میں پہلے مسلمان ہیں۔ان کے اسلام کا سبب ایک خواب ہوا جو انہوں نے دیکھا تھا کہ وہ جہنم کے کنارے پر کھڑے ہیں اور انہیں یوں محسوس ہو رہا ہے کہ ان کے والد انہیں دوزخ میں دھکیل رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ انہیں کمر سے پکڑ کر روک رہے ہیں۔اور دوزخ میں گرنے سے بچا رہے ہیں۔وہ نیند سے گھبرا کر بیدار ہوئے تو کہا! میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں کہ یہ برحق خواب ہے۔ اس کے بعد وہ حضرت ابوبکرؓ سے ملے اور اپنا خواب سنایا تو انہوں نے کہا دیکھو! رسول اللہ ﷺ تو ہمارے پاس ہی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ بھلائی کا فیصلہ فرمایا۔رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرو۔رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرو گے اور اسلام میں داخل ہوکر آپ ﷺ کے ساتھ چلو گے تو دوزخ سے بچ جاؤ گے۔اسلام تجھے دوزخ سے بچالے گا اور تیرا والد دوزخ میں ہوگا۔خالد بن سعید رسول اللہ ﷺ سے اجیاد کے مقام پر ملے تو آپ ﷺ سے پوچھا؟ آپ ﷺ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا، میں تجھے اللہ وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اس بات کی طرف کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور میں دعوت دیتا ہوں کہ ان

معبودوں کو چھوڑ دو جن کی عبادت میں تم مشغول ہو۔تم پتھروں کی عبادت کر رہے ہو جو نہ تم کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔انہیں خبر ہی نہیں کہ ان کی عبادت کرنے والے کون ہیں۔تو خالد نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ان سے یہ کلمہ ایمان سن کر نبی ﷺ خوش ہوئے۔(بیہقی)

اسلام کا اصل فائدہ تو لوگوں کو دوزخ سے بچانا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ان کی کمروں سے پکڑ پکڑ کر بچایا۔اس کے لیے دوڑ دھوپ کی تو حید و رسالت کی طرف دعوت دی۔ مشرکین کو ان کے باطل عقائد کے بے بنیاد ہونے سے آگاہ کیا۔یہی کام آپ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے کیا اب بھی یہ کام اسی جذبے اور جوش و خروش سے کرنے کی ضرورت ہے۔ بنیادی کام ہی اسلام کی دعوت ہے۔

حضرت مغیرہ بن سعدؓ اپنے باپ یا چچا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ میدان عرفات میں تھے تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔میں نے آپ ﷺ کی اونٹنی کی باگ پکڑنا چاہی تو مجھے ہٹا دیا گیا۔یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا اسے آنے دو کوئی بڑی حاجت ہے جو اسے لائی ہے تب میں آپ ﷺ کے قریب آیا اور عرض کیا مجھے ایسا عمل بتا دیجیے جو مجھے جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کر دے۔نبی ﷺ نے میری بات سن کر اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا۔پھر فرمایا تو نے بات تو بہت مختصر پوچھی ہے لیکن درحقیقت طویل اور عظیم بات ہے۔ اللہ کی عبادت کرو،اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو،نماز قائم کرو،زکوٰۃ دو،بیت اللہ کا حج کرو، رمضان المبارک کے روزے رکھو اور لوگوں کے ساتھ وہ سلوک کرو جیسا سلوک لوگوں سے چاہتے ہو اور جو چیز اپنے لیے پسند کرتے ہو وہ لوگوں کے لیے بھی پسند کرو۔ (**مسند احمد**)

نبی ﷺ نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا جامع نسخہ عنایت فرمایا۔قدم قدم پر جس رہنمائی کی ضرورت پیش آتی ہے، آپ ﷺ نے اس کا ضابطہ بیان فرما دیا ہے۔آدمی کوئی قدم اٹھائے تو سوچ لے کہ وہ جو کام کرنے لگا ہے اس سے کسی کو تکلیف تو نہ ہوگی۔اس سے کسی کا حق تو

نہیں مارا جائے گا۔ اگر ایسا ہو تو اس کام کو چھوڑ دے۔ جنت میں جائے گا۔ اور دوزخ سے بچنے کا راستہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کے احکام کی پیروی ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ آدمی کو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور احکام کی اطاعت کے لیے تیار کرتے ہیں۔ نبی کریمﷺ کے اس ارشاد پر عمل کرنے والا اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ حرام کے ارتکاب اور لوگوں کو تکلیف دینے سے بچے گا تو سیدھا جنت میں جانے کا سامان کرے گا، کامیابی و کامرانی سے ہم کنار ہو گا۔ خالق بھی اس سے راضی ہو گا اور خلق خدا بھی خوش ہو گی۔

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ نبیﷺ جب سفر میں ہوتے اور رات کو پڑاؤ فرماتے تو اپنے دائیں بازو پر لیٹ جاتے اور جب صبح کے قریب پڑاؤ فرماتے تو اپنا بازو کھڑا کرتے اپنا سر مبارک اس پر رکھ دیتے۔ **(مسلم)**

نماز کی فکر میں آپﷺ لیٹنے کی بجائے بازو کھڑا کر کے اس پر سر مبارک رکھتے تھے تا کہ گہری نیند کے سبب نماز قضا نہ ہو جائے۔ نبی کریمﷺ کے سفر دن رات جاری رہتے تھے۔ اور آپ کے یہ سفر جہادی سفر تھے۔ جہادی سفر کے دوران میں بھی ذکر الٰہی اور نمازوں کی اس طرح پابندی ہوتی تھی جس طرح مدینہ طیبہ میں قیام کے دوران ہوتی۔ آج کے دور میں دعوتی مہمات، جلسوں، جلوسوں اور سیاسی اجتماعات میں نمازوں کی پوری طرح پابندی کرنا چاہیے اور نماز با جماعت کا ٹھیک طرح سے اہتمام کرنا چاہیے۔ نمازوں کے سلسلہ میں نبیﷺ کے اسوہ حسنہ کو پوری طرح پیش نظر رکھ کر اس کے مطابق اپنے معمولات کو ترتیب دینا چاہیے۔

حضرت ابو ذرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ ایک آدمی اچھا عمل کرتا ہے تو لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ آپﷺ نے فرمایا یہ تعریف مومن کے لیے نقد بشارت ہے **(مسند احمد)**

نیک لوگوں کی تعریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت کی علامت ہے۔ جب ایک آدمی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں میں شامل ہو جاتا ہے، نیک کام کرتا ہے اس کی نیت رضائے الٰہی کا حصول ہوتی ہے ریا کاری کی نیت سے نیکی نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دل میں اس کی محبت ڈال دیتے ہیں۔

تقلیل طعام

(شاھد زبیر)

''دنیا میں سب سے زیادہ شکم سیر ہونے والے آخرت میں سب سے زیادہ دیر تک بھوکے رہیں گے''

(ابن ماجه)

انسان کی تخلیق کا راز عبادت میں مضمر ہے اس کی تخلیق یوں کی گئی کہ وہ اپنے رب کی عبادت کر کے حقوق العباد کی بجا آوری کے لئے مستعد ہو اور کوئی ایسا کام نہ کرے جس کی دین میں واضح طور پر ممانعت کر دی گئی ہے۔ جا بجا نعمتیں اس کے لئے تخلیق کر دی گئی ہیں کہ ایک انسان کے روئے زمین پر بھیجے جانے کی مقصدیت کے حصول میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے آسائشوں اور وسائل کی بھرمار کر دی گئی تا کہ ہر عبد اپنی حیثیت، ہمت اور مقدر کی مقدار سے ان کا حصول جائز طریقوں سے کر لیا کرے۔ پھر مواخذہ کی ہدایات، انبیاء اور پیغمبروں کے ذریعے امتوں کو وقفوں وقفوں سے رب کریم نے مراحمت کیں تا کہ اس کا عبد اس کی طرف مشغول رہے طاعت کو شعار بنائے اور روئے زمین پر فساد نہ کرے۔ تخلیق کے وقت اس سے وعدہ لیا گیا کہ وہ روئے زمین پر فساد نہیں کرے گا۔ اس کی مخلوق کے لئے زمین کو اجیرن نہیں بنائے گا اور اس کی نعمتوں میں اپنا تصرف اپنے حق اور ضرورت سے نہیں بڑھائے گا۔ عبادت اور نیکی کو اس پر الہام کیا گیا صراط مستقیم کی طرف رہنمائی اس کی سرشت میں داخل کر دی گئی۔ انسان اپنی تمام حرکات کا پوری طرح سے مکلّف اور اعمال کا جوابدہ ہے۔ بلاشبہ اس کا جسم دنیاوی دھندوں میں پراگندہ ہے اور وہ رزق اور مال کے جال میں گرفتار ہے۔

سعید بن المسیبؒ نے فرمایا:

"تو اپنے دین کی سلامتی کے ساتھ دنیا کے تھوڑے مال پر راضی ہو جا، جس طرح کچھ لوگ دین کے چلے جانے کے بدلے میں بہت سی دنیا سے راضی ہوئے بیٹھے ہیں"۔

لالچ کی تین اقسام پوری طرح انسان پر حاوی ہیں جن میں سونا اور کھانا بھی شامل ہیں ۔اولیاء اللہ نے ولایت کے حصول کی بنیاد کم کھانے، کم سونے اور کم بولنے میں رکھی ہے۔ مضمون کے اعتبار سے تقلیل طعام اور تقلیل منام ازحد وسیع موضوع ہے جس کا کسی ایک نشست میں اظہار بے حد مشکل یا شاید ناممکن ہے۔ زیادہ طعام سینکڑوں گناہوں کی جڑ ہے کیونکہ یہ انسانی خواہش کو بھڑکاتا ہے۔ ایسا ہوتے ہی دوسری بدعت انسان میں درآتی ہے جس کو طلب مال کہتے ہیں۔ مال کے حاصل ہوتے ہی جاہ و حشمت کا ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ آنکھ پر پردہ آجاتا ہے اور آدمی تمام حدیں توڑ کر ان کے حصول میں مستغرق ہو جاتا ہے اس راستے میں خود غرضی، عداوت، حسد اور کینہ کے بعد سب سے بڑی رعونیت، تکبر در آتی ہے۔

"بھرنے کے لئے انسان کے پیٹ سے بڑا برتن کوئی نہیں"۔

جیسے نیند، سکر اور غفلت کی علامت ہے، جاگنا اس کا توڑ ہے۔ فرشتوں پر بھی نیند حرام کی گئی ہے اور تمام نبیوں، پیغمبروں اور اولیاء نے جاگ کر ہی اس کا قرب پایا ہے۔ انہوں نے اپنی نفی کی ہے جس نے اس کو بے آرام کر رکھا ہے قربِ الٰہی پایا ہے۔ اس طرح قرب کو بھوک سے تفرقہ ہے بھوک کے مراتب بہت بلند ہیں اور اسلئے تمام حکماء علماء اور اولیاء نے بھوک کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"بنی آدم کو مال سے بھرے دو جنگل بھی میسر آجائیں تو وہ تیسرے جنگل کی تلاش میں رہے گا اولادِ آدم کا پیٹ تو مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ جو اللہ کی طرف جھکتا ہے اللہ بھی اس پر مہربان ہوتا ہے"۔

انسان کی آرزوؤں میں کوئی حد نہیں اور وہ اپنے مختصر عرصہ حیات کے تمام دن رات اپنی بے جا خواہشات کی تکمیل میں صرف کر دیتا ہے اور اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال کیلئے

خوشیاں تلاش کرتا ہوا قبر کی آغوش میں جا سوتا ہے۔ جہاں وہ ان مختصر معمولی آسائشوں کی تلافی کیلئے عبرت میں جکڑے ہوئے ایک لامتناعی امتحان اور ایک طویل سزا کی زندگی میں ملوث ہوجاتا ہے۔ ایسی تمام آفتیں جو پوری قوت اور اہلیت سے زندگی میں حاصل کر لیتا ہے۔ ایک روز یہیں چھوڑ کر ابدی نیند جا سوتا ہے اور اس کے وارثان اس کے چھوڑے ہوئے گناہوں پر پھلتے پھولتے ہیں اور پھر اپنی ناعاقبت اندیشی سے پھر ایک بار اسی راہ پر گامزن ہوجاتے ہیں جو اس کے جسد کا طریق تھا۔

ایک شخص حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کوئی وصیت طلب کی آپؓ نے فرمایا:

"تم اپنے بیوی بچوں میں مشغول ہونے کو سب سے بڑا کام نہ بنانا کیونکہ اگر تیرے بیوی بچے اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں سے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں مشغول ہونا ان کی فکر کرنا تیرے لئے کسی بھی طرح ٹھیک نہیں"۔

گویا انسان کی تمام تیرہ بختیوں اور رنجشوں کا راز اس کی ضرورتوں میں پنہاں ہے اس کی تمام تر اغراض کا نفع نقصان خواہش پر استوار ہے اس کے سامنے ضرورتوں کے ڈھیر خود ساختہ کثیر خواہشات مقصد حیات بن کر کھڑا رہتا ہے وہ زندگی جس کے قیام کے لئے چند لقموں اور چند گھونٹوں کی ضرورت ہے اس پر ہفت اقلیم کا بوجھ ڈال دیتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

"بلاشبہ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے، کافر سات آنتوں میں"۔

اس سے بزرگان نے یہی مطلب لیا ہے کہ کافر کا مقصد پیٹ کا بھر لینا ہے اور مومن کا مقصد آخرت ہے مومن کے لئے ضروری ہے کہ کھانے میں کمی کرے حریص ہونا کافر کی نشانی ہے طعام میں سب سے بڑی بدعت یہی ہے کہ انسان کا دل اور بدن ہر وقت اس کے حصول میں مصروف و مشغول رہتے ہیں۔ تمام کوششیں اسی جانب مرکوز رہتی ہیں اور جب میسر آجاتا ہے

تو کثرت طعام کی وجہ سے بدن کی حفاظت پر لگ جاتے ہیں۔

ابراہیم بن ادھمؒ کا فرمانا ہے کہ:

" گرسنہ (بھوکے) سے خدا کا گناہ دور ہے، شکم سیر سے نزدیک ہے"۔

امام غزالیؒ نے کہا ہے کہ فقر کا تو بڑا مقام ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ قناعت پسند ہو، لوگوں کے مال کی طرز پر اس میں حرص نہ ہو، اس کی توجہ متوجہ نہ ہو اور نہ ہی مال و دولت اکٹھا کرنے کی اس میں طمع ہو، یہ سارے اعمال اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب آدمی کم اخراجات پر قائم ہو کھانے، لباس اور رہائش میں مجبوری کے درجے پر فائز ہو اور ہر ادنیٰ چیز پر قناعت کرے اور جب انسان اللہ کے خوف سے راحتیں ترک کر دیتا ہے تو اس پر ولایت کے راستے کھل جاتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے۔

"بسا اوقات پریشان حال، غبار آلود بال، پھٹی چادروں والا جس کو کوئی اہمیت نہ دیتا ہو کسی معاملے میں اللہ کی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس قسم کو پورا کرتے ہیں"۔

ایسے ہی لوگ ہیں جو اس کی راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں اور قلت طعام، قلت منام، قلت کلام، قلت اختلاط مع الانام پر قائم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"جو لوگ ہمارے راستہ میں مجاہدہ و محنت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے دکھلا دیں گے"۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:

"حضور اکرم ﷺ کی وفات تک آپ ﷺ کے اہل و عیال نے مسلسل دو دن کبھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی"۔

توبۃ النصوح کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ اول کم کھائے روزے کے لئے، دوسرے کم سوئے عظمت کے لئے اور تیسرے کم بولے دعا کیلئے۔ پہلے سے خوف، دوسرے اور تیسرے سے محبت پیدا ہوتی ہے پس تقلیل طعام کا جائز اور درست طریقہ صرف یہ ہے جب خوب بھوک لگے

اشتہا بڑھ جائے اس وقت کھائے پھر اشتہا کو فنا نہ کرے اور ہاتھ روک کر اس کو باقی رکھے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا:

"شیطان کہتا ہے کہ جو آدمی پیٹ بھر کر نماز ادا کرتا ہے میں اس سے گلے ملتا ہوں چنانچہ جب وہ نماز پڑھ کر باہر نکلتا ہے تو معلوم کرو ہو سکتا ہے اس پر میرا غلبہ ہو اور جو بھوکا سویا ہوا ہو اس سے میں دور بھاگتا ہوں جب یہ بھوکا نماز میں مشغول ہوگا تم اندازہ کر سکتے ہو کہ مجھے اس سے کس قدر نفرت ہو گی"۔

حکیم لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی:

"**اے فرزند!** جب تیرا پیٹ بھر جائے گا تو تیری فکر سو جائے گی تیری دانش مندی اور فراست گونگی ہو جائے گی اور تیرے اعضاء عبادت سے جی چرائیں گے"۔

کثرت طعام سے ہی عبادت میں رخنہ پیدا ہوتا ہے جسم پھیل جاتا ہے اور عبادت کی لذت ختم ہو جاتی ہے کھانے کا جہان اور عبادت کا جہان دونوں مختلف ہیں کھانا تو محض عبادت کے لئے قوت حاصل کرنے کا نام ہے اور دنیا سے فراغت پانے کا سہارا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا:

"جس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا ذرا سا بھی ذائقہ چکھا دیتے ہیں وہ دنیا کی طلب سے فارغ ہو جاتا ہے اور لوگوں سے وحشت کرتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

"بھوکے رہ کر اور موٹے کپڑے پہن کر اپنے دل کو منور کیا کرو"۔ طعام ایک مصیبت ہے اور آخرت میں بھی تکلیف و مصیبت او رشدت سکرات موت کا باعث بنے گی۔ بھوک اگرچہ مصیبت ہے لیکن اس سے ایمان کو تازگی ملتی ہے عبادت کی استعداد بڑھتی ہے تعلق مع اللہ پیدا ہوتا ہے قناعت پر راضی ہو جاتا ہے۔ فکر معاش سے فارغ ہو جاتا ہے اور منافقت دنیا سے دور۔

رسول خدا ﷺ کے گھر ایک بار تین روز فاقہ رہا۔ جبرائیل نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر آپ ﷺ پسند کریں تو کوہ احد کو سونا کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "میں پسند کرتا ہوں کہ مجھے ایک دن کھانا ملے اور دوسرے دن فاقہ رہے تا کہ صبر اور شکر کی نعمتیں دونوں حاصل ہوں"۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا تو آپ ﷺ بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے تھے میں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا بھوک کی وجہ سے، پھر فرمایا "بھوکا رہنے والوں کو قیامت میں سختی نہ پہنچے گی اگر ثواب کی نیت سے ہو"۔

انسان کی قبیح خواہشات کا گھر اس کی ہوس حرص اور لالچ کے اسباب میں ہے اور اس کی تمام تر تمدنی بغاوت، قتل و غارت بھی حصول کے افراط اور افراط میں مزید تعیش پر استوار ہے اس لئے قرآن پاک میں (بھوک یعنی روزہ) کے بارے میں ارشاد کیا ہے۔

"اللہ نے تم کو راہ دکھائی تا کہ اس کی بڑائی اور شکر ادا کرو"۔

راہ سلوک کے مجاہدوں کا درجہ یہ ہے کہ وہ دل کی طلب اور عقل کی بنیاد پر سختی و تنگدستی کے باوجود بھوک کی حالت میں بھی کھانے کا سوال نہیں کرتے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ نے بیان کیا کہ خراسان کی مسجد میں ایک نوجوان قیام پذیر تھا۔ اس نے کئی روز کھانے کی کوئی چیز نہ کھائی اور نہ طلب کی۔ میں اسے جب کھانے کی کوئی چیز پیش کرتا تو انکار کر دیتا۔ ایک مرتبہ ایک آدمی اس کے پاس دست طلب لے کر آیا۔ اس نے کہا کہ مخلوق سے مانگنے کی بجائے تو اگر خالق سے طلب کرتا تو تیری حاجت جلد پوری کر دی جاتی اور تجھے غنی بنا دیتا۔ طالب کہنے لگا کہ میرا مقام اتنا اعلیٰ نہیں کہ اس طرح طلب کر سکوں۔ نوجوان نے پوچھا تیری حاجت کیا ہے کہا کھانا اور لباس صرف اس قدر جس سے تن پوشی ہو جائے۔ خراسانی نوجوان نے ایک محراب کی طرف ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور پھر ہاتھ میں ایک تھال لے کر سامنے آ گیا جس میں کچھ تازہ پھل اور ایک نیا لباس تھا ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ میں

یہ مرتبہ دیکھ کر بہت حیران ہوا اور نوجوان سے پوچھا تمہارا مرتبہ بہت بلند ہے اور پھر بھی تم سات دن سے فاقے کی حالت میں ہو۔ کہنے لگا: اے ابوالفیض (ذوالنون مصریؒ) جب بندوں کے دل اللہ کی رضا سے پر ہوں زبانوں کو سوال کی تاب نہیں ہوتی"۔

(بشکریہ:۔ روزنامہ جنگ)

دعائے مغفرت

ملتان سے خالد محمود بخاری کی ہمشیرہ جو امین شاہ صاحب کی بھابھی اور فہد محمود بخاری، شہزاد محمود بخاری کی والدہ تھیں

ملتان سے خالد محمود بخاری کے ماموں زاد عامر منظور بخاری

چوک اعظم سے پروفیسر شبیر شاہد کے برادر غلام مرتضیٰ

نوکھر سے بھائی ماجد محمود کے خالو

نوکھر سے بھائی شاہد محمود مغل کے بہنوئی

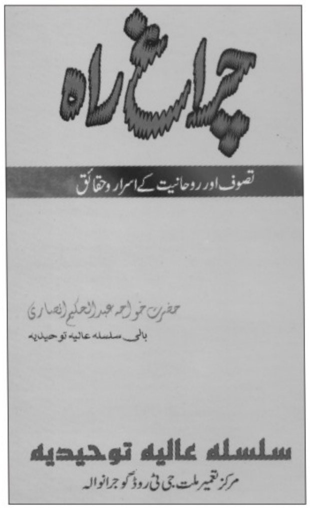
جڑانوالہ کے بھائی بابو غلام رسول صاحب

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعونَ)

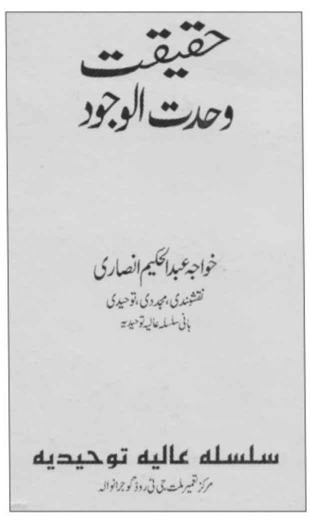
اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

برادران مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف



کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشھود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com